36

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

ہفت روزہ

14تا20 شوال المکرّم 1432ھ/13تا19 ستمبر 2011ء

اس شمارے میں

گھر کا بھیدی

مخالفت ومجاہدۂ نفس بذریعہ عبادات

ہیں آج کیوں ذلیل؟

غزوۂ احد

تشکیل پاکستان اور قائداعظم کا نعرۂ خلافت

مشتری ہشیار باش

آیئے، پاکستان کو مسجد بنائیں!

خود احتسابی

دعوتِ انقلاب

میں نے تمہیں ہمیشہ کہا—— اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو—— شک سے ہاتھ اٹھالو! اور بدعملی کو ترک کردو——!

یہ تین دھار کا انوکھا خنجر لوہے کی اس دودھاری تلوار سے زیادی کاری ہے جس کے گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں۔

عزیزو——! اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرلو!

جس طرح آج سے کچھ عرصہ پہلے تمہارا بے موقع جوش وخروش صحیح نہ تھا' اسی طرح آج تمہارا یہ خوف وہراس بھی بے جا ہے——!

مسلمان اور بزدلی—— یا—— مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے——!

سچے مسلمان کو نہ تو کوئی طمع ہلا سکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکتا ہے!

چند انسانی چہروں کے غائب از نظر ہو جانے سے ڈرو نہیں۔ اگر دل ابھی تک تمہارے پاس ہیں تو انہیں اپنے اس اللہ کی جلوہ گاہ بناؤ——! جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب کے اُمی رسول ﷺ کی معرفت فرمایا تھا——!

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (الاحقاف)

''جو اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جم گئے تو پھر ان کے لئے نہ تو کسی کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم——!''

ہوائیں آتی ہیں—— اور گزر جاتی ہیں——!

یہ صرصر سہی—— لیکن اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں——!

ابھی دیکھتی آنکھوں ابتلا کا یہ موسم گزرنے والا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الہدیٰ (478)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یونس

(آیات: 50 تا 55)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

’’کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو اگر اس کا عذاب (ناگہاں) آ جائے رات کو یا دن کو تو پھر گنہگار کس بات کی جلدی کریں گے۔ کیا وہ جب آ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے (اس وقت کہا جائے گا کہ) اور اب (ایمان لائے؟) اسی کے لیے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا کہ عذاب دائمی کا مزہ چکھو (اب) تم انہی (اعمال) کا بدلہ پاؤ گے جو (دنیا میں) کرتے رہے۔ اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے۔ کہہ دو ہاں اللہ کی قسم سچ ہے اور تم (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔ اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں تو (عذاب سے بچنے کے) بدلے میں (سب) دے ڈالے اور جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو (پچھتائیں گے اور) ندامت کو چھپائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور (کسی طرح کا) ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ سن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

نبی ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان سے کہہ دیجیے کیا تم نے غور کیا کہ اگر تم پر رات کے وقت یا دن کے وقت اللہ کا عذاب آ جائے جس کی گناہگار جلدی مچا رہے ہیں تو پھر کیا ہوگا۔ کیا یہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ اس عذاب سے بچنے کے لیے تم نے کیا انتظام کر رکھا ہے۔ وہ کیا چیز ہے جس کے بھروسے پر تم اس طرح جرأتیں دکھا رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ لے آؤ ہم پر عذاب۔ تو کیا جب عذاب واقع ہو جائے گا تو اُس وقت ایمان لاؤ گے۔ تب تو کہہ دیا جائے گا کہ اب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر کہا جائے گا کہ ظالمو، اب ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں صرف تمہارے کرتوتوں ہی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

کفار آپؐ سے searching انداز میں سوال کرتے تھے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ اے نبیؐ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں کیا واقعی حق ہے؟ یعنی آپ کوئی مذاق تو نہیں کر رہے۔ کیا جو دعوت آپ پیش کر رہے ہیں خود آپ کو بھی اس کا پورا پورا یقین ہے؟ تو اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجیے، ہاں مجھے رب کی قسم ہے کہ وہ حق ہے، اٹل ہے اور ہو کر رہے گا۔ اور (یاد رکھو) تم اللہ کو شکست نہیں دے سکو گے۔ اور اگر ہر ایک نافرمان کے پاس روئے زمین کی تمام دولت ہو تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) اُسے فدیہ میں دینا چاہے گا (مگر ایسا نہ ہو سکے گا) اور جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے اور اُن کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ آسمانوں اور زمین جو میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

انصاف کرنے والا حکمران

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا، اِمَامٌ عَادِلٌ وَاَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَبْعَدَ هُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ)) (رواہ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مقرب انصاف کرنے والا حکمران ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور اس کی بارگاہِ عالی سے سب سے زیادہ دور ظالم حاکم ہوگا۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت انصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے حاکم کو اللہ جلّ شانہ کا قرب حاصل ہوگا۔ اور اُس دن وہ حاکم بہت ذلیل اور رسوا ہوگا جس نے دنیا میں ظلم، ناانصافی اور فساد کے ساتھ حکومت کی ہوگی۔ یہ حدیث مسلمان حکمرانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 شوال المکرم 1432ھ — جلد 20
13 تا 19 ستمبر 2011ء — شمارہ 36

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا..................(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھر کا بھیدی

اگرچہ پاکستان میں بیان بازی سے سیاست کے میدان میں بھونچال پیدا کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے اور سیاست دان میڈیا میں ''اِن'' رہنے کے لیے سیاسی دھماکے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن PPP کے ذوالفقار مرزا نے ایک طوفان خیز بیان کے لیے جو انداز اختیار کیا ہے وہ نیا اور نرالا ہی نہیں دل دہلا دینے والا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی بات پر قرآن پاک کو ضامن بنالے یا قرآن پر حلف لیتے ہوئے کوئی بات کہے تو دوسرے مسلمان کے پاس اُس پر یقین کرنے کے سوا چارہ ہی نہیں۔ ذوالفقار مرزا کی طویل پریس کانفرنس میں ہمارے لیے بلکہ اس ملک کے ہر شہری کے لیے دو باتیں انتہائی اہم اور تشویشناک تھیں ایک یہ کہ ملک کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک پاکستان کے دشمن ہیں اور غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے کام کر رہے ہیں، جن میں سی آئی اے اور ''را'' جیسی پاکستان کی بدترین دشمن ایجنسیاں بھی شامل ہیں۔ دوسری یہ کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے پیر مظہر الحق (جو پاکستان پیپلز پارٹی کے اہم رکن اور سندھ کے وزیر ہیں) کی موجودگی میں ذوالفقار مرزا سے کہا تھا کہ امریکہ پاکستان کو توڑنا چاہتا ہے اور وہ یعنی الطاف حسین اور اُن کی پارٹی امریکہ کی حمایت کرے گی۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ یہ دو انتہائی خطرناک باتیں کرتے ہوئے اُنہوں نے قرآن پاک کو خاص طور پر سر پر رکھا اور اپنی اِن باتوں کو بار بار دہرایا۔ جہاں تک رحمٰن ملک کا تعلق ہے اُن کے بارے میں ڈیڑھ دو ماہ پہلے بھی یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ جب وہ کرپشن کے مقدمات میں سزا سے بچنے کے لیے لندن فرار ہو گئے تھے اور وہاں ہی رہائش پذیر ہو گئے تو اُن کی اس رہائش گاہ پر اسرائیلیوں کا آنا جانا تھا۔ کراچی کے حالات خراب ہوئے اور ایک ایک دن میں درجنوں لوگ ٹارگٹ کلنگ میں مارے جانے لگے تو اِس حوالہ سے بھی اُن کے کردار کو مشکوک سمجھا گیا۔ اُن کا طرزِ عمل ظاہر کرتا تھا کہ وہ کراچی کے حوالہ سے ایک جماعت کو کھلی چھٹی دینا چاہتے ہیں۔ جب رینجرز کو خصوصی اختیارات دے کر کراچی کا امن و امان بحال کرنے کا ہدف دیا گیا تو اُنہوں نے بھی رحمٰن ملک کو اپنے کام اور بلا امتیاز آپریشن میں رکاوٹ قرار دیا، جس پر فوج نے مداخلت کر کے رحمٰن ملک کو کراچی سے نکلوایا۔ اُن پر یہ الزام بھی تھا کہ اُنہوں نے پچیس (25) ٹارگٹ کلرز کو پیرول پر رہا کر دیا۔ رحمٰن ملک کے بارے میں ذوالفقار مرزا نے ایک اور پُر اسرار بات کہی کہ صدر زرداری کو اُنہیں وزیر داخلہ رکھنے کی مجبوری ہے۔ یہ مجبوری عالمی طاقتوں کے دباؤ کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ عالمی طاقتیں ایک ایسے شخص کو پاکستان کا وزیر داخلہ بنانے پر مُصر کیوں ہیں جس کی حب الوطنی اُن کے ہم وطنوں کی نگاہوں میں مشکوک ہے۔

اب آیئے، اس خوفناک الزام کی طرف کہ الطاف حسین نے امریکہ کے پاکستان کو توڑنے کے پروگرام کی حمایت کا اعلان کیا تھا اور پیر مظہر الحق کی موجودگی میں کیا تھا۔ پیر مظہر الحق اِس حوالہ سے خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ذوالفقار مرزا نے الطاف حسین کے ایک خط کا ذکر بھی کیا جو اُنہوں نے سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کو لکھا تھا جس میں پُر زور انداز میں کہا گیا تھا کہ اگر برطانیہ نے پاکستان کی خفیہ ایجنسی ISI کا کوئی علاج نہ کیا تو وہ اُسامہ بن لادن پیدا کرتی رہے گی۔ اِس خط کے حوالہ سے بڑی آسانی اور وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ خط لکھا نہ گیا ہوتا اور ذوالفقار مرزا جھوٹ بول رہے ہوتے تو برطانوی وزارت خارجہ ایک

لحظہ ضائع کیے بغیر ایسے کسی خط کی تردید کر دیتی جو اُس نے نہیں لکھی۔ ایم کیو ایم نے اِن تمام الزامات کے حوالہ سے ایک ہفتہ مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ بعد ازاں سابق میئر مصطفیٰ کمال نے ایک طویل کانفرنس میں اِن الزامات کی تردید کی کوشش کی لیکن وہ خود confused محسوس ہو رہے تھے اور کوئی قابل قبول وضاحت پیش نہ کر سکے۔ بہرحال یہ محض ہمارے تاثرات ہیں اور ہم کوئی قطعی فیصلہ دے دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ لیکن ہم یہ چاہیں گے اور اِس پر انتہائی اصرار کریں گے کہ اِن الزامات کو سنجیدگی سے لیا جائے۔ اِس حوالہ سے کوئی جوڈیشل کمیشن قائم کیا جائے اور اِن الزامات کے حوالہ سے مکمل انکوائری ہو۔ اگر الزامات سچے ہوں تو ملزمان کو اور اگر الزام جھوٹے ہوں تو الزام تراشی کرنے والے کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ اگر ملکی سلامتی کے حوالہ سے ایسے بدترین الزامات بھی محض پانی کے بلبلوں کی طرح ہوا میں رہ کر پھٹ جائیں اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو پھر ملکی سلامتی کے حوالہ سے دشمنانِ پاکستان کا آگے بڑھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ ہم میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا سے درخواست کریں گے اُن کا فرض صرف یہ نہیں ہے کہ ایسے الزامات کو بھی تماشا بنالیں اور اپنے ٹاک شوز میں سیاسی مخالفین کو لڑا بھڑا کر محض اپنی ریٹنگ بڑھاتے رہیں۔ میڈیا اپنا کام دوسروں کی پگڑیاں اچھالنے تک محدود نہ کرے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ ایسے جرائم کے حوالہ سے حکومت کا تعاقب کرے۔ عوام کی ذہن سازی کر کے حکومت کو مجبور کرے کہ چاہے حکومتی مفادات پر کتنی ہی زد کیوں نہ پڑتی ہو وہ غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے پر مجبور ہو جائے اور ملک دشمنوں کو بدترین انجام تک پہنچائے۔ اگر حکومت اپنے اتحادیوں یا دوستوں کو بچانے کے لیے انصاف کرنے سے اعراض برتتی ہے تو حکومت اور نام نہاد جمہوریت کا جو حشر ہو سو ہو، ملک کی سلامتی کو قائم رکھنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ لہٰذا حکومت ہوش کے ناخن لے اور تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک غیر جانبدار کمیشن قائم کر کے اِن الزامات کی انکوائری کرائے اور پھر بلا دریغ اُس کی سفارشات پر عمل کرے۔ ورنہ ملک کے خلاف سازشیں کرنا اور ملک توڑنے کی غیر ملکی کوششوں کی حمایت کرنا بھی جرم نہیں سمجھا جائے گا۔ یہ بات فراموش نہیں کی جانی چاہیے کہ مذکورہ بالا الزامات کوئی غیر اہم سیاسی کارکن نہیں لگا رہا بلکہ ایک ایسا شخص لگا رہا ہے جو تین سال تک سندھ حکومت کا وزیر داخلہ رہا، جو موجودہ قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کے خاوند ہے اور صدر زرداری کا دست راست سمجھا جاتا ہے۔ گویا یہ لنکا گھر کا بھیدی ڈھا رہا ہے۔

☆☆☆

بیابہ مجلس اسرار

مخالفت ومجاہدۂ نفس بذریعہ عبادات

بالخصوص قیام اللّیل وتہجد

’’اسلامی انقلابی تربیت کا دوسرا عنصر نفس کی مخالفت ہے۔ یہ نفس جسے ہم ID یا LIBIDO بھی کہہ سکتے ہیں، جس کے لیے قرآن کی اصطلاح ’’نفسِ امارہ‘‘ ہے، یہی راستہ کی رکاوٹ بنتا ہے۔ دنیا کی محبت، مال کی محبت اور دیگر خواہشاتِ نفس آدمی کا راستہ روکتے ہیں، بقول جگر ؎

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں   دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

انسان کو عافیت اور عیش و آرام درکار ہے، وہ دولت چاہتا ہے، شہرت چاہتا ہے۔ اور حُبِ جاہ، حُبِ دنیا، علائقِ دنیوی اور ساز و سامانِ دنیا کی محبت ہی تو بندۂ مومن کے راستے کی اصل رکاوٹ ہے۔ ان کو جمع کر لیں تو یہ ہے نفس...... اس نفس کی مخالفت تربیتِ محمدیؐ کا اہم حصہ ہے...... اس کے لیے ہمارے دین میں عبادات کا نظام رکھا گیا ہے، جنہیں اب ہم نے رسوم (Rituals) بنالیا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ربانی ہے: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ﴾ ’’نماز قائم کرو میری یاد کے لیے‘‘۔ انسان اپنی دُنیوی مصروفیات کے دوران دن میں پانچ مرتبہ نکلے تاکہ بار بار سے اسے یاددہانی حاصل ہو کہ وہ کسی کا بندہ اور غلام ہے، وہ مختارِ کُل نہیں ہے، اسے اپنے روزمرہ کے معمولات بھی اسی اللہ کے احکام کے مطابق انجام دینے ہیں جس کی یاددہانی کے لیے وہ دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتا ہے۔ روزہ رکھنے کی غایت یہ ہے کہ نفس کے اندر جو تقاضے ہیں، زبان جو چٹخارے مانگتی ہے، شہوت کا جو تقاضا ہے، روزہ کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَلصَّوۡمُ جُنَّۃٌ)) نفس کے حملوں سے روکنے والی چیز تمہارے پاس روزہ کی ڈھال ہے۔

...... نفس کی مخالفت کا تیسرا پروگرام جو تربیتِ محمدیؐ کا اہم ترین نکتہ ہے، وہ ہے رات کو جاگنا۔ نیند بھی انسان کے نفس کا بہت بڑا تقاضا ہے۔ جہاں پیٹ کا بھرنا نفس کا تقاضا ہے، زبان چٹخار نفس کا تقاضا ہے، شہوت کا جذبہ نفس کا تقاضا ہے، وہاں نیند، آرام، استراحت بھی نفس کا ایک زوردار تقاضا ہے...... لہٰذا نفس کی مخالفت میں سب سے زیادہ انسان کی قوتِ ارادی کو مضبوط کرنے والی شے یہی ہے۔ سورۃ المزمّل میں فرمایا گیا: ﴿اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا﴾ یعنی نفس کی کچلنے، نفس کی قوت کو توڑنے اور قابو میں رکھنے کے لیے سب سے مؤثر شے رات کا جاگنا ہے۔ یعنی قیام اللّیل۔ اور اس میں کیا کیجیے: ﴿وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا﴾ اس قرآن کے انوار کو اپنی روح میں جذب کرنے کے لیے اسے ٹھہر ٹھہر، رک رک کر پڑھنا ہے، جیسے کہ ہتھوڑے کی چوٹ پڑتی ہے۔ ایک بار کی چوٹ سے بات نہیں بنتی بلکہ بار بار کی چوٹ مقصد کو پورا کرتی ہے۔ سورۃ الفرقان میں فرمایا: ’’اسی طرح اُتارا، تاکہ ہم اس کے ذریعے سے آپ کے دل کو ثبات عطا فرمائیں، لہٰذا پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر‘‘۔ اس انداز سے قرآن کی تلاوت قلب کو ثبات بخشنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ یہ حکم اور یہ کام صرف حضور ﷺ کے لیے نہیں تھا، بلکہ حضور ﷺ کے ساتھی آپ کی جو جماعت تیار ہو رہی تھی اُس کے لیے بھی تھا‘‘۔

ہیں آج کیوں ذلیل؟

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے خطاب عید الفطر کی تلخیص

برادران اسلام، آج ہم عید الفطر کے حوالے سے دوگانہ شکر ادا کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ ہمارا دینی و ملی تہوار ہے۔ یہ ہماری اجتماعی خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ خوشی اور مسرت کس بات پر؟ اس بات پر کہ اللہ نے ہمیں مسلسل ایک ماہ روزے جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی کی توفیق دی۔ یہی نہیں بلکہ یہ مہینہ نزول قرآن کا مہینہ تھا۔ قرآن حکیم اللہ کا عظیم ترین تحفہ اور نعمت ہے، جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس پر خوشی اور جشن منانا منشائے الٰہی ہے۔ جان لیجئے کہ یہ اجتماعی شکرانہ ان دونوں چیزوں پر ہے۔ روزوں کی عبادت کی خوشی اور قرآن جیسی عظیم نعمت کا ملنا اور اس سے تجدید تعلق بذریعہ تراویح۔ اسی لیے قرآن حکیم میں یہ الفاظ آئے ہیں:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ (البقرہ:185)

''اور اس لیے کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلہ کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو۔''

یہ دوگانہ عید اجتماعی تشکر کا انداز ہے۔

برادرانِ دین، اسی ماہ رمضان کے دوران ہم نے ایک قومی جشن بھی منایا۔ عید الفطر دینی و ملی تہوار اور جشن ہے۔ 14 اگست کو ہم نے یوم آزادی منایا۔ 14 اگست 1947ء کو ماہ رمضان المبارک کی 27 ویں تاریخ تھی۔ گویا ایک قومی عید ہم نے آزادی کے حوالے سے منائی۔ لیکن کس حال میں؟ محکومی، ذلت و مسکنت کی کیفیت میں۔ ہم نے ایک محکوم اور غلام قوم کے طور پر آزادی کا جشن منایا ہے۔ اللہ نے ہمیں آزادی جیسی نعمت سے نوازا۔ آزادی بھی اللہ کی طرف سے بہت بڑا تحفہ تھا۔ غیبی مدد تھی کہ پاکستان بنا۔ آج ہم معاشی طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے غلام ہیں اور سیاسی و عسکری سطح پر حقیقت کے اعتبار سے امریکہ کے غلام ہیں اور اسی کیفیت میں ہم ملی جشن عید الفطر کے نام سے منا رہے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

عید آزاداں شکوہ ملک و دیں
عید محکوماں ہجوم مومنین

عید خوشی کا موقع ہوتا ہے، جس پر تلخ باتیں بالعموم پسند نہیں کی جاتیں۔ لیکن یہی قومی دن اور تہوار جن میں اجتماعیت کا اظہار ہوتا ہے، ایسے مواقع ہوتے ہیں جن میں زندہ قومیں خود احتسابی کرتی ہیں۔ حکیم الامت اور مصور پاکستان فرماتے ہیں ؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اِس موقع پر ضرورت اس بات کی ہے کہ خود احتسابی کرتے ہوئے یہ جائزہ لیا جائے کہ ہم آج کیوں ذلیل و خوار ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ اگر حقیقت پسندانہ انداز میں جائزہ لیا جائے تو یہ شعر ہم پر صدفی صد صادق آرہا ہے کہ ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

ہم اہل پاکستان وہ قوم ہیں جن پر اللہ کا یہ احسان عظیم ہوا کہ اُس نے انگریز اور ہندو کی شدید مخالفت کے باوجود ہمیں ایک آزاد ملک عطا کیا، جسے قدرت نے ہر طرح کے وسائل عطا کیے۔ اپنی خصوصی تائید غیبی سے قیام پاکستان کے وقت فرعون وقت برطانوی حکومت اور ہندوؤں کی سازشوں کو ناکام بنادیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج 63 شمسی اور 65 قمری سال گزر جانے کے بعد ہم بحیثیت قوم ذلت ورسوائی اور زوال وانحطاط کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔ آخر کیوں؟

گزشتہ سال بھی عید الفطر کے موقع پر اپنے والد محترم کی روایت کے مطابق میں نے ملکی صورت حال کی سنگینی کا ایک ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح احوال کا راستہ آپ کے سامنے رکھا تھا۔ میرا یہ خطاب بعد ازاں ندائے خلافت میں اس عنوان کے ساتھ شائع ہوا تھا کہ ''نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے پاکستان والو!''

میں نہایت افسوس اور صدمے کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں نے ملکی حالات اور ہماری قومی روش کا تجزیہ کرتے ہوئے آئندہ سال کے حوالے سے جن سنگین خدشات کا اظہار کیا تھا وہ آج ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آگئے ہیں۔ اس لیے کہ بدقسمتی سے ہم نے بحیثیت قوم اصلاح احوال کے لیے کوئی پیش رفت نہیں کی۔ وہی ایک چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سواب بھی ہے۔ وہ شب و روز، وہی دنیا پرستی، مفادات پرستی، مادہ پرستی، وہی اللہ اور اُس کے دین سے بے وفائی جو پہلے تھی سواب بھی ہے۔ الا ماشاء اللہ

آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال ماہ رمضان میں پاکستان کو تاریخ کے بدترین سیلاب سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ اس پس منظر میں میں نے یہ کہا تھا: ''اس

مرتبہ ہلال عید اہل پاکستان کے لیے جن حالات میں طلوع ہوا ہے، کم سے کم الفاظ میں یہ ملکی تاریخ کا بدترین اور سنگین ترین دور ہے۔ چنانچہ عید کی خوشیاں رنج والم کے دبیز پردوں میں گم ہو کر رہ گئی ہیں۔ ایک طرف ہولناک سیلاب ہے جس نے چاروں صوبوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور دو کروڑ سے زائد افراد شدید طور پر اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ دوسری طرف مہنگائی اور گرانی کا سیلاب ہے جو تھمنے میں نہیں آ رہا۔ تیسری طرف دہشت گردی، قتل و غارت گری اور ٹارگٹ کلنگ کا عذاب ہے، جس نے امن وامان تہہ و بالا کر رکھا ہے اور جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری داستانِ غم یہ بھی ہے کہ ہم سیاسی اور عسکری طور پر امریکہ اور معاشی طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی غلامی کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں، اور اس غلامی کے چنگل سے چھٹکارے کی بظاہر کوئی صورت دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ستم در ستم یہ کہ ایسے سنگین، بدترین اور ہولناک حالات میں ہمیں جو حکمران میسر آئے ہیں وہ ملی و قومی سطح کی vision سے یکسر محروم ہیں اور اتنے کوتاہ چشم واقع ہوئے ہیں کہ انہیں اپنی ناک اور اپنی ذات سے آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ خود غرضی اور مفاد پرستی ہی اُن کا دین و ایمان ہے۔ قوم کے دکھوں کا مداوا کرنے کی بجائے وہ اپنی تجوریاں بھرنے اور صرف اپنے منظور نظر دوستوں کو نوازنے کو ہی ملک وقوم کی خدمت گردانتے ہیں —— اب تک جو کچھ بیان کیا گیا یہ صورت حال کی سنگینی کا محض ایک رُخ ہے۔ دوسرا رُخ جو اس سے بھی زیادہ سنگین ہے وہ یہ ہے کہ ملکی بقا اور سالمیت بھی آج شدید ترین خطرات سے دوچار ہے۔ ہمارے دشمنوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اسے دنیا کے نقشے سے معدوم کرنے کی ان کی سازشیں اب کامیابی سے ہمکنار ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ دنیا کا واحد خطہ جس کے بارے میں اسلام دشمن طاقتوں کو اندیشہ تھا کہ وہ اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتا ہے، جس کا قیام بھی معجزانہ تھا اور جس کو ایٹمی قوت بھی معجزانہ طور پر عطا ہوئی تھی، آج بدترین ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی ملک و ملت کے ساتھ غداری کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔''

میں آج اس حوالے سے کہ ہم اس پستی کے مقام تک کیوں پہنچے ہیں، جواب شکوہ کے چند اشعار آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ اس سوال کے جواب میں کہ ''آج مسلمان کیوں ذلیل وخوار ہیں؟'' اقبال نے اللہ کی طرف سے جواب شکوہ میں جو بات کہی ہے، وہ قرآن وسنت کا حاصل ہے۔ یعنی ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

لفظ ''خوار'' سے میرا ذہن منتقل ہوا کہ خوار تو ہم پہلے بھی تھے۔ نائن الیون کے بعد جو راہ عمل ہم نے اختیار کی اس کے نتیجے میں ذلت و رسوائی ہی ہمارا مقدر تھی، لیکن خاص طور پر تازہ دو واقعات ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کا واقعہ اور پھر ایبٹ آباد آپریشن کے بعد بین الاقوامی سطح پر ہماری ذلت وخواری اتنی بڑھ چکی ہے کہ الفاظ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمیں ذلیل کرنے والا وہی ہمارا ان داتا، ہمارا مائی باپ امریکہ ہے، جس کے چرنوں پر اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہم نے اپنی ہر چیز قربان کر دی۔ بہر کیف اقبال کے نزدیک اس ذلت وخواری اور زوال کا اصل سبب قرآن کی تعلیمات کو ترک کر دینا اور صاحب قرآن کے راستے کو چھوڑ کر ابلیس کے راستوں پر چلنا ہے۔

قرآن وسنت کو چھوڑ کر ہم نے کیا کیا؟ اس کی وضاحت بھی اقبال نے فرما دی کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہم پوری ڈھٹائی کے ساتھ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر شیطانی راستوں پر چل کر دجالیت کے لشکر کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ نفاذ اسلام کے وعدہ کو ایفا کرنے کی بجائے ہم نے اسلام سے روگردانی

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

ذوالفقار مرزا کے بیانات نے رحمان ملک کے ملک دشمن ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، برطرف کیا جائے

یہ معاملہ قومی اعتبار سے نہایت سنگین ہے اور ایک المیے سے کم نہیں کہ رحمان ملک کے ملک دشمن ہونے پر اپنوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید ڈاکٹر ذوالفقار مرزا کے بیان پر تبصرہ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آغاز سے ہی اس شخص کی حرکات مشکوک تھیں، صاف نظر آتا تھا کہ وہ کسی اور کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اور اُن کا کھونٹا بہت مضبوط ہے۔ جب سے انہیں وزیر داخلہ بنایا گیا ملک کا امن وامان بُری طرح تباہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پس منظر میں ان پر لگایا گیا یہ الزام درست معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ ملک سے فرار ہو کر لندن گئے تھے تو وہاں اُن کے گھر پر موساد کے ایجنٹوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔ انہوں نے ذوالفقار مرزا کے اس الزام پر بھی تشویش کا اظہار کیا کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے پاکستان توڑنے کی امریکی کوششوں کی حمایت کرنے کی بات کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان انکشافات کے باوجود صدر زرداری اگر رحمٰن ملک کو برطرف نہیں کرتے تو پھر اس شبے کو اور بھی تقویت ملے گی کہ پاکستان دشمنوں کی طرف سے اُنہیں اعلیٰ حکومتی عہدے پر برقرار رکھنا صدر پاکستان نے دباؤ کے طور پر قبول کیا ہوا ہے، جو یقیناً ملکی وقومی مفاد کے صریحاً خلاف ہے۔ اس صورت میں سپریم کورٹ کا صدر اور وزیر داخلہ دونوں کے خلاف ایکشن لینا قومی مفاد کا تقاضا ہو گا اور اگر ذوالفقار مرزا کے الزامات غلط ثابت ہوئے تو پھر اُن کے خلاف تادیبی کارروائی بہر طور لازم ہو گی۔ (پریس ریلیز: 29 اگست 2011ء)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جاری طرزِ سیاست سے شہریوں کا سر شرم سے جھک جاتا ہے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ذوالفقار مرزا کے مبینہ الزامات پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت متحدہ قومی موومنٹ کو حکومت میں شامل کرنے کے بجائے اس وقت تک انتظار کرتی جب تک اسے اپنے اوپر عائد الزامات سے بریت نہ مل جاتی اور متحدہ قومی موومنٹ بھی اس وقت تک حکومت میں شمولیت کے اقدامات کو موخر کر دیتی۔ دوسری جانب عبدالرحمٰن ملک کی وہ گزارش قابل ستائش ہے کہ انھوں نے حکومت سے خود پر عائد الزامات کی تحقیقات کے لئے کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا ہے لیکن انھیں فوری طور پر اپنے عہدے پر مستعفی ہو جانا چاہیے تھا۔ اس تمام صورتحال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے سیاستدانوں کو ملک کی سالمیت سے زیادہ اپنا اقتدار عزیز ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جاری اس طرز سیاست سے شہریوں کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ یہ صورتحال صرف اس وجہ سے جاری ہے کہ ہم نے اپنے وطن کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان تو قرار دے دیا لیکن اسے اسلام کے عدل اجتماعی سے ہمکنار کرنے کی خواہش نہیں پائی جاتی اور یہ صورتحال تب تک جاری رہے گی جب تک ہم اپنی منافقانہ روش جاری رکھیں گے۔ (پریس ریلیز: 7 ستمبر 2011ء) (مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

کا شیوہ اپنا رکھا ہے۔ ہماری ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ آج ہمارے نام نہاد دانشور پوری شدت کے ساتھ پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے اور سیکولر تصور کو اجاگر کرنے پر کمربستہ ہیں۔ قائداعظم کے سینکڑوں بیانات جو اس بات کے غماز ہیں کہ یہ ملک اسلام کے لیے حاصل کیا گیا تھا، کو چھوڑ کر 11 اگست 1947ء کی تقریر کے محض ایک جملہ کو جس کی ایک سے زیادہ تعبیرات ممکن ہیں، اپنے مطلب کا مفہوم بنا کر اسے مشعل راہ بنانے کی باقاعدہ مہم چلائے ہوئے ہیں۔

پس چہ باید کرد؟

سوال یہ ہے کہ موجودہ ذلت و رسوائی سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ یہ راستہ بہت واضح اور بہت آسان ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم زبان سے تو اللہ کو رب مانتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے، عمل سے نہیں مانتے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنا فکری و عملی قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم عملاً بھی سچے مسلمان بن جائیں، اللہ اور رسول ﷺ اور اس کے دین کے سچے وفادار بن جائیں تو سارا معاملہ درست ہو جائے گا۔ ذلت و رسوائی، عزت و سربلندی میں بدل جائے گی۔ زوال انحطاط عروج اور حقیقی سطوت میں تبدیل ہو جائے گا۔ بقول اقبال ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ وفا کیونکر ہوگی؟ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم پورے طور پر قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں۔ سابقہ گناہوں پر توبہ و استغفار کریں، اور آئندہ سے زندگی کے ہر معاملے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا عزم کریں۔ خود اپنی ذات پر بھی شریعت کو نافذ کریں اور ملک میں بھی۔ تمام دیگر غلامیوں کے طوق اپنی گردن سے اتار کر ایک اللہ کی غلامی کا قلادہ گردن میں ڈالیں۔ اگر ہم ایک اللہ کے سچے غلام بن جائیں تو تمام غلامیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ نفسانی خواہشات کی غلامی، زمانے کے چلن کی غلامی، برادری کی رسومات کی غلامی، فحاشی و عریانی اور سودی معیشت کے ذریعے ابلیس کی غلامی، ابلیس کے ایجنٹوں یعنی امریکہ یہود و نصاریٰ کی غلامی، اور آئی ایم ایف کی غلامی۔ اِسی لیے تو اقبال کہتے ہیں کہ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آخری بات

موجودہ حالات میں ہمارے لیے ایک امید افزا پیغام بھی ہے۔ مایوسی کے دبیز اندھیاروں میں امید کی ایک روشن کرن بھی نظر آ رہی ہے، اور یہ کرن پڑوس کی سرزمین افغانستان سے آ رہی ہے۔ گزشتہ سال بھی میں نے اس کا حوالہ دیا تھا۔ وہ چیز کیا ہے؟ آج دنیا بھر کے فرعونوں اور نمرودوں کو جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ہوش ربا ترقی کے باعث اپنے جدید ترین اور خوفناک ترین ہتھیاروں کے ساتھ مٹھی بھر طالبان افغانستان پر حملہ آور ہوئے تھے اور چند دنوں میں ان کو قصۂ پارینہ بنانے کا عزم لے کر آئے تھے، نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں (جن کا وصف یہ تھا کہ وہ اللہ اُس کے رسول اور اس کے دین کے سچے وفادار تھے) ذلت آمیز شکست کا سامنا ہے۔

لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ذہنی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ دوسروں سے سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ہمیں گزشتہ 10 برس کے دوران افغانستان میں ہونے والے عظیم معرکہ حق و باطل میں کوئی سبق نظر نہیں آتا۔ ہم تمام تر بے سروسامانی کے باوجود طالبان افغانستان کی بے مثال مزاحمت، اور ٹیکنالوجی کی تمام تر برتری اور نہایت مہلک اور جدید ترین اسلحے سے لیس امریکہ اور Nato افواج کی شکست سے بھی کچھ سبق سیکھنے کو تیار نہیں۔ یاد کیجئے! مشرف کی یہ بات کہ یہ زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کی بات ہے، طالبان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ یہ درست ہے کہ امریکہ اور اتحادیوں نے طالبان کی حکومت ختم کر دی، اور اس کے خاتمے میں ہم نے شرمناک کردار ادا کیا، مگر طالبان نے ایک دن کے لیے بھی نہ شکست تسلیم کی اور نہ امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیکے۔ چنانچہ طالبان کی مزاحمت کا کوئی توڑ نہیں کیا جا سکا۔ اُنہیں شکست نہیں دی جا سکی۔ آج وہی امریکہ اور نیٹو جو غراتے ہوئے آئے تھے، شکست کے زخم چاٹ رہے ہیں اور بے سروسامان طالبان جنہیں بے سروسامانی کے باعث حقیر سمجھا جاتا تھا، سرخرو ٹھہرے ہیں، اور ان شاء اللہ کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اور یہ بات آج ساری دنیا کہہ رہی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ طالبان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے مالک الملک ہونے پر پورا یقین تھا۔ انہوں نے اُسی ذات واحد پر توکل کیا۔ وہ اللہ اور اس کے دین کے وفادار تھے۔ لہٰذا اللہ نے اُن کی نصرت فرمائی۔ ان کی قیادت الحمدللہ آج بھی محفوظ ہے۔ ان کی قوت پہلے سے کہیں بڑھ چکی ہے۔ پبلک سپورٹ پہلے سے بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ میک کرسٹل بڑے غرور سے افغانستان آیا تھا۔ لیکن پے در پے شکستوں نے اسے نیم پاگل کر دیا اور وہ ہذیان بکتا ہوا رخصت ہوا۔ اب پیٹریاس آئے ہیں۔ دعوے تو یہ کیے جا رہے ہیں کہ طالبان کی کمر توڑ دی ہے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکہ افغانستان سے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہے۔ لیکن ہماری پستی اور خود شکستگی کا یہ عالم ہے کہ شکست خوردہ امریکہ کی خوشامد کر رہے ہیں کہ ہمیں بے آسرا چھوڑ کر مت جاؤ۔ بحمد اللہ، افغانستان میں امریکہ کی شکست اس کا مقدر بن چکی ہے۔ یہ نوشتہ دیوار ہے۔ پیٹریاس کے مطالبے پر امریکہ کی مزید 30 ہزار فوج افغانستان آئی لیکن اب واپسی بھی شروع ہو چکی ہے۔ یہ اس بات کا ایک زندہ ثبوت ہے کہ واقعتاً ہمارے لیے واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ اور اس کے دین کے سچے وفادار بن جائیں۔ بقول اقبال ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جہاں تک پاکستان کے مستقبل کا سوال ہے تو یہ بظاہر تو نہایت تاریک ہے، تاہم مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ والد محترم کا وہ خواب پورا ہوگا جو انہوں نے بہت پہلے دیکھا تھا کہ خراساں کے علاقے میں اسلامی حکومت قائم ہو کر رہے گی، جو عالمی سطح سے غلبۂ اسلام کی تمہید بن جائے گی۔ مجھے طالبان افغانستان کی عزیمت اور امریکہ و نیٹو کے ظلم و بربریت کے حوالے سے اقبال کا شعر یاد آتا ہے۔ ؎

اگر عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

والد محترم کی شدید خواہش تھی بلکہ ان کا خواب تھا کہ پاکستان اور افغانستان مل کر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بنیں گے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن
پیرانِ کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے

صحیح احادیث میں خبریں موجود ہیں کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا، اور دجالی قوتوں کو مکمل شکست ہو کر رہے گی۔ سرزمین افغانستان سے اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ وہاں شریعت کے نفاذ سے جو برکت آئی تھی وہ بھی کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ اور اب دوبارہ ان شاء اللہ العزیز وہاں دوبارہ دین اسلام کی حکومت ہوگی، اور یہ عالمی غلبۂ اسلام کا نقطہ آغاز ہوگا، ان شاء اللہ۔ عید کے پیغام کے طور پر میں علامہ اقبال کا یہ شعر پیش کر رہا ہوں ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے اور پکے مومن کا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

خطبہ پنجم: سیرت النبیؐ میں باطل سے تصادم کے تکمیلی مراحل

غزوۂ احد

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

غزوۂ بدر 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس کے اگلے ہی سال شوال 3 ہجری میں غزوۂ احد ہوا۔ مشرکین مکہ کے ایک لشکر جرار نے مدینہ پر چڑھائی کردی۔ دراصل مکہ والوں نے غزوۂ بدر کے بعد ایک دن بھی چین اور آرام سے نہیں گزارا۔ اُن میں انتقامی جذبات لاوے کی طرح کھول رہے تھے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہیں لیا جائے گا، نہ خوشبو لگاؤں گا، نہ چارپائی پر سوؤں گا۔ اسی طرح اِس ایک سال کے دوران ہندہ کا جو حال رہا، وہ بھی ناقابل تصور ہے، کہ اِس جنگ میں جس کا باپ مارا گیا، چچا مارا گیا، بھائی قتل ہوا۔ ہندہ ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی اور حضرت ابوحذیفہؓ جو سابقون الاولون میں سے ہیں کی بہن تھیں اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی تھیں۔ چنانچہ معرکہ بدر کے بعد ہی اہل مکہ نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر اپنی شکست اور اشراف کے قتل کا بدلہ لیں اور اپنے غیظ و غضب کو تسکین دیں۔ اس کے ساتھ اِس طرح کی معرکہ آرائی کے لیے تیاری بھی شروع کردی تھی۔ اس معاملے میں عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن اُمیہ، ابوسفیان بن حرب جیسے سرداران قریش آگے آگے تھے۔ ان لوگوں نے اِس سلسلہ میں پہلا کام یہ کیا کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جو غزوۂ بدر کا باعث بنا تھا، اور جسے ابوسفیان بچا کر نکال لائے تھے، اُس کا سارا مال جنگی اخراجات کے لیے روک لیا، اور یہ جن لوگوں کا مال تھا اُن سے کہا کہ اے قریش کے لوگو تمہیں محمدؐ نے سخت دھچکا لگایا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کرڈالا ہے۔ لہٰذا اپنے اس مال کے ذریعے ان سے جنگ میں ہماری مدد کرو، ممکن ہے ہم بدلہ چکا لیں۔ لوگوں نے پھر بات مان لی۔ چنانچہ یہ سارا مال جس کی مقدار ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار تھی جنگ کی تیاری کے لیے فروخت کردیا گیا۔ جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد کفار کے تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کردی۔ قریش اپنی اور اپنے حلیفوں کی جو ممکنہ قوت اور طاقت جمع کرکے لاسکتے تھے وہ لے کر میدان میں آگئے۔

اس موقع پر بھی نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک مشاورت منعقد فرمائی کہ اندریں حالات کیا حکمت عملی اختیار کیا جائے' جبکہ تین ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھائی کرنے آرہا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتی رائے تھی کہ مدینہ میں محصور ہوکر مقابلہ کیا جائے۔ عجیب اتفاق ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ لیکن ایک تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات کھلے میدان میں جنگ کرنے کے حامی تھے' جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھی نام شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ نوجوانوں کی طرف سے بھی یہی مطالبہ تھا' خاص طور پر ان حضرات کی طرف سے جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' کیونکہ غزوۂ بدر کے موقع پر نفیر عام نہیں تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ فرمادیا کہ کھلے میدان میں جنگ ہوگی۔ اس کے بعد ایک غیر معمولی واقعہ یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ جب آپؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ نے زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی جس پر صحابہ کرام ؓ کا ماتھا ٹھنکا...... قبل ازیں حضور ﷺ نے خواب بھی دیکھا تھا کہ ایک گائے ذبح ہوئی ہے' اور بھی چند باتیں خواب میں ایسی دیکھی تھیں، جن کی بنا پر حضور ﷺ کو اندازہ تھا کہ میدان اُحد میں چند غیر معمولی اور ناخوشگوار واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ حضور ﷺ کو زرہ پہنے دیکھ کر لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں' آپؐ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کیجئے اور اقدام فرمایئے۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' یہ فیصلہ برقرار رہے گا۔ نبی کو یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار باندھنے کے بعد بغیر جنگ کیے انہیں اتار دے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک ہزار کی نفری لے کر مدینہ سے جبل اُحد کی جانب کوچ فرمایا' لیکن راستے ہی میں عبداللہ بن اُبی تین سو افراد کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ واپس لے کر چلا گیا کہ جب ہمارے مشورے پر عمل نہیں ہوتا اور ہماری بات نہیں مانی جاتی تو ہم ساتھ کیوں دیں اور اپنی جان جوکھوں میں کیوں ڈالیں؟ اب آپ اندازہ کیجئے کہ مدنی دور کے قریباً اڑھائی سال کے اندر اندر جنگ کے قابل مسلمانوں کی کل نفری کا لگ بھگ ایک تہائی حصہ منافقین پر مشتمل ہوچکا تھا۔ معاملہ کی نزاکت کا اندازہ کیجئے کہ جو تین سو واپس چلے گئے ان کے منافق ہونے میں تو کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ جو سات سو افراد باقی رہ گئے تھے' ان میں کمزور اور ضعیف ایمان والے بھی تھے۔ لیکن وہ تھے بہرحال اصحاب ایمان! جب ہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھال لیا۔ لیکن جو محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر راستہ ہی سے عبداللہ بن اُبی کے ساتھ واپس مدینہ چلے گئے' ظاہر ہے ان کے نفاق میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ گویا ایک ہزار میں سے تین سو کی نفری منافقین پر مشتمل تھی۔

کہاں وہ تین ہزار کا لشکر اور کہاں یہ سات سو افراد! قریش کے ساتھ سواری اور باربرداری کے لیے تین ہزار اونٹ دو سو گھوڑوں کا رسالہ بھی تھا۔ عرب کے اس دور کے حالات کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات تھی۔ دو سو گھڑ سواروں کا دستہ اور ان پر خالد بن ولید بن مغیرہ سپہ سالار تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُحد پہاڑ کو اپنی پشت پر رکھا

اور اس کے دامن میں صفیں بنوائیں۔ سامنے مشرکین تھے۔ جبل اُحد کے ساتھ ایک دَرہ ایسا تھا کہ اُحد کے پیچھے سے چکر لگا کر اس دَرہ سے گزر کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ ہو سکتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں اِدھر سے حملہ نہ ہو جائے، اس دَرہ پر پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ کی سرکردگی میں تعینات فرمایا۔ حضور ﷺ نے نہایت تاکیدی اسلوب سے فرمایا کہ تم لوگ یہاں سے نہیں ہلنا۔ اگر ہم سب ہلاک ہو جائیں اور تم یہ دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی تم لوگ یہاں سے نہ ہٹنا۔ آپ اس تاکید اور شدت کا اندازہ کیجئے جو اس حکم میں نظر آتی ہے۔

جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی ہلے میں اللہ کی مدد و نصرت آئی اور بالکل بدر کا سا نقشہ سامنے آ گیا۔ مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا شروع کیا۔ کچھ مسلمان کفار کا تعاقب کر رہے تھے اور اکثر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے تھے۔ ادھر جو صحابہ کرام ؓ دَرہ پر تعینات تھے ان میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ان پچاس تیر اندازوں میں سے اکثر نے کہا کہ چلو، ہم بھی چلیں، مال غنیمت جمع کریں، اب تو فتح ہو گئی ہے۔ ان کے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ نے فرمایا ”ہرگز نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے نہ ہلنا' لہٰذا میں کسی کو اجازت نہیں دیتا“۔ لیکن ہوا یہ کہ اکثر نے اپنے کمانڈر کی بات نہ مانی اور اس دَرے کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسی غلطی کے باعث فتح شکست میں بدل گئی۔ انہوں نے آپؐ کے حکم کی یہ تاویل کی کہ حضور ﷺ نے تو شکست کی صورت میں اتنا زور دیا تھا کہ چاہے ہم سب ہلاک ہو جائیں اور تم دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی تم یہاں سے مت ہٹنا۔ اب تو فتح ہو گئی ہے' لہٰذا اب یہاں سے ہلنے میں کیا ہرج ہے۔ دَرّہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کرام ؓ نے اپنے مقامی امیر کی حکم عدولی کی تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ جو اس دستہ کا امیر ہے وہ تو اجازت نہیں دے رہا۔ چلئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کی تاویل کر لی۔ لیکن یہاں ان کے اور حضور ﷺ کے مابین ایک لوکل کمانڈر موجود ہے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے امیر مقرر فرمایا ہے۔ اس امیر کی تو نافرمانی ہو گئی! ڈسپلن تو بہرحال ٹوٹ گیا! نظم کی اہمیت کے بارے میں بیعت عقبہ ثانیہ کے وہ الفاظ یاد کیجئے جو حضرت عبادہ بن الصامت ؓ سے مروی ہیں۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم اپنی اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ سند کے اعتبار سے حدیث کے صحیح ہونے کا اس سے اونچا کوئی مقام نہیں ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت ؓ فرماتے ہیں:

((بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ))

”ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ ہم (آپ کا) حکم سنیں گے اور مانیں گے' خواہ مشکل ہو خواہ آسان' خواہ ہماری طبیعت کو خوش گوار لگے خواہ ناگوار ہو' خواہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے۔ اور جس کو بھی ہم پر امیر بنا دیا جائے گا ہم اس سے جھگڑیں گے نہیں' اور ہم حق بات کہتے رہیں گے جہاں کہیں بھی ہوں اور اللہ کے معاملہ میں (حق کہنے سے) کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈریں گے۔“

دَرّے پر متعین تیر اندازوں نے اپنے مقامی امیر کی جو حکم عدولی کی تھی تو یہ اصل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی تھی' کیونکہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کے دستہ پر امیر اور کمانڈر مقرر کیا تھا۔ لہٰذا نظم کے اعتبار سے کمانڈر کی نافرمانی خود حضور ﷺ کی نافرمانی ہو گئی۔ بہرحال نظم کی خلاف ورزی اور موجود الوقت امیر کی نافرمانی کی سزا کیا ملی! یہ کہ خالد بن ولید نے جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، درہ خالی دیکھ کر اُحد کی پشت کا چکر کاٹا اور دو سو گھڑ سواروں کا دستہ لے کر اس درہ سے مسلمانوں کی پیٹھ سے اُن پر حملہ آور ہو گئے جس سے یکلخت جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ حالانکہ اِس سے پہلے کفار کی فوج مار کھا چکی تھی، اور اُسے شکست ہو گئی تھی۔ درہ پر صرف پندرہ تیر انداز رہ گئے تھے، لہٰذا ان کے لئے دو سو گھڑ سواروں کو اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے یا تلواروں سے روکنا ممکن نہیں تھا۔ پچاس کی نفری برقرار رہتی تو خالد بن ولید کا اپنے دستہ کے ساتھ درہ کو پار کرنا ممکن نہیں تھا۔ یہاں پندرہ کے پندرہ اصحاب رسولؐ نے جام شہادت نوش فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم۔

خالد بن ولید کے اس عقبی حملہ نے مسلمانوں کو سراسیمہ کر دیا۔ ان کی صفیں تو پہلے ہی درہم برہم تھیں' کچھ لوگ کفار کا پیچھا کر رہے تھے اور اکثر مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ بھاگنے والے کفار نے جب خالد بن ولید اور اس کے دستہ کے لوگوں کے نعرے سنے تو انہوں نے پلٹ کر زور دار حملہ کر دیا۔ اب مسلمان چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آ گئے اور فتح شکست سے بدل گئی۔ سورۃ آل عمران میں اس صورت حال کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ ۚ حَتّٰۤی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ۚ ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ ؕ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾﴾

”(مسلمانو! تم اپنی شکست کا اللہ کو کوئی الزام نہیں دے سکتے) اللہ نے تو (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا تھا' جبکہ (ابتداء میں) تم اس کے حکم سے اپنے دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ مگر جب تم ڈھیلے پڑے (تم نے کمزوری دکھائی) اور تم نے معاملہ میں اختلاف کیا' اور تم اپنے امیر کی حکم عدولی کر بیٹھے بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھائی یعنی فتح جو تمہیں محبوب تھی اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا، تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔“

بعض مفسرین نے ”مَا تُحِبُّوْنَ“ سے مراد مال غنیمت کی چاہت لی ہے اور بعض نے سورۃ الصف کی آیت 13 کے اس حصہ سے کہ: ﴿وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ﴾ استدلال کرتے ہوئے وہ فتح مراد لی ہے جو پہلے ہلے میں اہل ایمان کے لشکر کو حاصل ہو گئی تھی۔ میں اس آخر الذکر رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ بات کہ وہ مال غنیمت پر جھپٹے تھے، یہ بالکل غلط ہے۔ مال غنیمت کا معاملہ بدر میں طے ہو چکا تھا۔ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ جنگ میں جو مال جس کے ہاتھ آیا وہ اُسی کا ہو گا۔ اس لئے کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ مال

سمیٹا جائے۔ مگر غزوۂ بدر کے بعد قانون آ گیا کہ جو مال غنیمت ہے وہ خود اللہ کا ہے۔ اور باقی سب میں برابر تقسیم ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ جو کسی کے ہاتھ لگے وہ اس کا ہے۔ جب یہ قانون آ چکا تھا تو پھر صحابہ کرام ؓ میں تو اس کے لئے بھاگ دوڑ کرنے کا کہ کہیں ہم محروم نہ رہ جائے کوئی امکان نہیں تھا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی جس کی دہلی کے ایک رسالے میں بہت تحسین ہوئی۔ اور ایک رسالے نے اس پر تنقید بھی کی کہ یہ شخص خواہ مخواہ صحابہ کرام ؓ کی طرف سے اتنی معذرت کر رہا ہے، اور ان کی کمی اور کمزوری کو چھپا رہا ہے۔ میں نے کہا، یہ بات نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ﴾ (الصف:13) ''ایک اور شے جو تمہیں بہت پسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے مدد آ جائے اور فتح قریب ہو'' تو فتح کی محبت کی وجہ سے ان کے اندر ایک ڈھیل پیدا ہوئی، مال غنیمت کی وجہ سے انہوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ جب مقابلہ جاری رہتا ہے تو اعصاب tense ہوتے ہیں۔ جب فتح ہو جاتی ہے تو اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ یہی ان صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ہوا۔ اصل بات کیا ہے؟ یہ کہ بندہ مومن کے لئے فتح و شکست کی کوئی حیثیت نہیں، اصل چیز اپنے فرض کی ادائیگی ہے۔ اگر اُس نے فرض ادا کر دیا، جان دے دی، تو وہ کامیاب ہو گیا' خواہ ظاہری اور دنیوی اعتبار سے نتائج نہ بھی نکلے ہوں۔ کیا حضرت حمزہ ؓ ناکام ہو گئے؟ حضرت مصعب بن عمیر ؓ ناکام ہو گئے؟ حضرت سمیہ ؓ اور حضرت حارث ؓ ناکام ہو گئے؟ کہ ان کو تو اسلام کا غلبہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ہرگز نہیں، وہ شہید ہیں' سیدھے جنت میں جائیں گے۔ انہیں میدان قیامت کے حساب کتاب سے بھی نہیں گزرنا پڑے گا۔

غزوۂ اُحد کی فتح کا شکست میں بدلنا درحقیقت فشل' تنازع فی الامر اور معصیت امیر کی پاداش میں اللہ کی طرف سے سزا تھی۔ اندازہ کیجئے کہ سزا کتنی کڑی تھی کہ سات سو میں سے ستر صحابہ کرام ؓ شہید ہو گئے، یعنی دس فیصد نفری شہید ہو گئی' حالانکہ خطاء صرف پانچ فی صد کی تھی۔ پھر شہداء میں محمد رسول اللہ ﷺ کے کیسے کیسے جاں نثار اور کیسے کیسے ہیرے اور موتی تھے جو کیسی کیسی محنت سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جمع کئے تھے۔ ان ہی میں "اَسَدُ اللّٰہِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِہٖ" حمزہ بن عبدالمطلب ؓ ہیں' ان ہی میں المقری حضرت مصعب بن عمیر ؓ ہیں کہ جن کی دعوت وتبلیغ اور تعلیم قرآنی سے مدینہ منورہ میں اسلامی انقلاب آیا اور اوس وخزرج کے قبیلوں کے اکثر لوگ دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ مہاجرین وانصار میں سے اڑسٹھ (68) دوسرے مجاہدین حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمری کے علاوہ اور جان نثاران محمد صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ حضور ﷺ خود بھی مجروح ہوئے۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ خود کی دو کڑیاں حضور ﷺ کے رخسار مبارک میں اس طور سے گھس گئیں کہ نکالنے کے لئے زور لگایا تو نہیں نکلیں۔ پھر دوسرے اصحابؓ نے بمشکل ان کو نکالا۔ حضور ﷺ پر غشی بھی طاری ہوئی۔ کفار نے ایک موقع پر حضور ﷺ کو نرغے میں لے لیا اور تیروں کی بارش برسائی۔ جاں نثاروں نے اپنے جسموں کو حضور ﷺ کے لئے ڈھال بنایا کہ جو تیر آئیں وہ ہمارے سینوں میں تراز ہوں' محمد ﷺ کے سینہ مبارک تک نہ پہنچیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ حضور ﷺ ان کو تیر دیتے اور فرماتے جاتے ''سعد' تم پر میرے ماں باپ قربان' تیر چلاتے جاؤ'' صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی وہ خوش بخت صحابی ہیں جن کے لئے حضور ﷺ نے یہ محبت بھرا کلمہ ارشاد فرمایا۔

غزوۂ اُحد کے بعد کے دو سال نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کے لئے نہایت پریشان کن اور تکلیف دہ رہے ہیں۔ اس لئے کہ اہل عرب پر مسلمانوں کے رعب' ہیبت اور دھاک کی جو فضا بن گئی تھی وہ بہت حد تک ختم ہو گئی۔ اب عین مدینہ کے قریب آ کر قریش جو اتنا بڑا چرکہ لگا گئے تو اس سے ایک تو مسلمانوں کے دل زخمی تھے۔ ان کا حوصلہ اب اتنا اونچا نہیں رہا جتنا غزوۂ بدر کے بعد ہو گیا تھا۔ دوسرے گردوپیش کے مشرکین کے قبائل پر مسلمانوں کی جو دھاک بیٹھ گئی تھی وہ باقی نہیں رہی' بلکہ وہ اسلامی انقلاب کی دعوت وتحریک کے مقابلہ میں دلیر ہو گئے اور ان کی طرف سے مخالفت ومزاحمت کے اندیشے پیدا ہو گئے۔

☆☆☆

حرف شیریں

ہمارا سفر ہے بنامِ محمد ﷺ

مظفر وارثی

نظامِ خلافت نظامِ محمد ﷺ
ہمارا سفر ہے بنامِ محمد ﷺ
خدا کو فقط حاکمیت کا حق ہے
یہی سوچ ہے احترامِ محمد ﷺ
ہے بنیاد جمہوریت کی ہماری
حلال محمد ﷺ حرام محمد ﷺ
جو قرآن و سنت ہو، آئین اپنا
سنیں عدلیہ سے کلامِ محمد ﷺ
کرے غیر مسلم نہ قانون سازی
نہیں جانتا وہ مقامِ محمد ﷺ
پسِ سود سارے خسارے چھپے ہیں
لڑے کیوں خدا سے غلامِ محمد ﷺ
رکھیں واسطہ کیوں شراب اور جوئے سے
ہے دل اپنا جائے قیامِ محمد ﷺ
ہر انسان کی قدر و قیمت ہے یکساں
مساوات پہلا پیامِ محمد ﷺ
جہادوں سے ہوں کیوں نہ آراستہ ہم
یہ تلوار رکھتی نیامِ محمد ﷺ
جو بوئے جو کاٹے، زمیں پر حق اس کا
مشقت کا لقمہ، طعامِ محمد ﷺ
اگر صاحبِ تخت امامت کرائے
تو ہوں سامنے صبح و شامِ محمد ﷺ
شریعت کا آنکھوں میں سبزہ بچھا لو
اگر دیکھنا ہے خرامِ محمد ﷺ
نوید انقلابِ نوی کی سنائے
درودِ محمد ﷺ سلامِ محمد ﷺ

(مرسل: عبدالرشید رحمانی)

☆☆☆

تشکیل پاکستان اور قائداعظم کا نعرۂ خلافت

محبوب الحق عاجز

1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانانِ برصغیر انگریز کے محکوم ہوگئے، تاہم حصول آزادی کی چنگاری اُن میں کبھی سرد نہ ہوئی۔ اُنہوں نے انگریز کی سیاسی، تہذیبی، تعلیمی اور اقتصادی غلامی سے آزادی کی جدوجہد کسی نہ کسی انداز سے جاری رکھی۔ 1906ء میں کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، جو اولاً مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا ماٹو لے کر آئی، لیکن بعد ازاں اس نے دو قومی نظریے کی اساس پر مسلمانانِ ہند کے لیے ایک الگ آزاد اور خود مختار ریاست کے قیام کو اپنا ہدف بنالیا۔ بالآخر قائداعظم کی قیادت میں مسلمانوں کی چند دہائیوں پر مشتمل سیاسی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور انگریز اور ہندو کی دوہری مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو الگ اور جداگانہ وطن عطا کیا۔

آزادی بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک آزاد ریاست کا حصول مسلمانانِ ہند کی ایک بہت بڑی کامیابی اور دیرینہ خواہش کی تکمیل تھی، مگر یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ حصول پاکستان منزل نہ تھا، حصول منزل کے لیے زینہ تھا۔ ہماری منزل اسلامی نظریۂ حیات پر مبنی ایک ایسے عادلانہ اور منصفانہ نظام کا قیام تھا، جو قرآن وسنت کی تعلیمات اور قوانین پر مبنی ہے۔ ہم بقول علامہ اقبال اس بات کے متمنی تھے کہ ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کر کے اسلام کے رُخِ روشن سے اُن پردوں کو ہٹا کر جو دورِ ملوکیت میں اُس پر پڑ گئے تھے، اسلام کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے لائیں۔ افسوس، قیام پاکستان کے بعد ہم نے اس منزل کو فراموش کر دیا اور راستے ہی کو منزل سمجھ بیٹھے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ چونسٹھ سال گزر جانے کے باوجود ہم اِس منزل تک نہ پہنچ سکے۔ اگر ماضی میں اِس جانب کوئی پیش رفت ہوئی بھی تو اب اُس کے نتائج کو زائل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ہمارے ہاں دین بے زار سیکولر طبقے کے دانشوروں نے (جنہیں ایک صاحب بجا طور پر ''دان شور'' لکھتے ہیں) یہ ٹھان رکھی ہے کہ جیسے بھی ہو قائداعظم کو سیکولر ثابت کرنا ہے۔ وہ یہ انتہائی لایعنی اور بے ہودہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ بانیٔ پاکستان پاکستان کو ایک اسلامی ریاست کی شکل میں دیکھنا نہ چاہتے تھے بلکہ اُن کے پیش نظر ایک سیکولر ریاست کا قیام تھا۔ اگرچہ عہد پرویزی سے پہلے بھی ہر دور میں یہ پروپیگنڈا کیا جاتا رہا ہے، مگر جب سے پاکستانی ''اتاترک'' کے وجود نامسعود سے ایوانہائے اقتدار آشنا ہوئے، تب سے یہ پروپیگنڈا نہایت زور وشور اور شدومد سے کیا جانے لگا ہے کہ دو قومی نظریہ، پاکستان کے اسلامی ریاست اور خلافت کے تصورات والی باتیں محض مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے اور اُن کی حمایت حاصل کرنے کے لیے تھیں، ورنہ قائداعظم ایسا کچھ نہ چاہتے تھے۔ اِسی طبقے کے سرخیل وہ لوگ تھے، جنہوں نے آئین ساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد کی منظوری کے وقت جبکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے اصول کو تسلیم کر کے ریاست پاکستان نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا، یہ کہا تھا کہ آج ہم دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ گویا بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جاجا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

درحقیقت یہ سیکولر اسلام بیزار طبقہ ایک مافیا ہے جو جونک کی طرح ہر دور میں ایوانہائے اقتدار سے چمٹا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے آج تک یہ دھرتی اسلامی نظام اور اس کی برکات سے محروم چلی آتی ہے۔

یہ طبقہ قیام پاکستان کے فوری بعد ہی ظاہر ہو گیا تھا، مگر قائد نے اُس کی چلنے نہ دی۔ جب اِن لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ پاکستان کا آئین قرآن و سنت کی بنیاد پر مدون نہیں کیا جائے گا تو بانی پاکستان نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے اپنے خطاب میں اُن کی شرانگیزی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ انداز سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو، بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف، ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے...... رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپؐ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا، کامیابی نے آپؐ کے قدم چومے۔ تجارت سے لے کر حکمرانی تک، ہر شعبۂ حیات میں آپؐ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسالت مآبؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے۔ 1300 سال قبل ہی آپؐ نے (اسلامی) جمہوریت کی بنیادیں رکھ دی تھیں۔''

بانیٔ پاکستان کے بارے میں یہ بات سراسر ناانصافی اور حد درجہ ہٹ دھرمی ہی پر محمول کی جائے گی کہ وہ سیکولر ریاست کے آرزومند تھے۔ اُن کی 11 اگست 1947ء کی واحد متنازعہ تقریر (جس کی اہل دانش نے بہت سے توجیہات کی ہیں) کے علاوہ ایک بھی ایسی تقریر یا بیان پیش نہیں کیا جا سکتا، جس سے کہیں یہ اشارہ بھی ملتا ہو کہ بانیٔ پاکستان اِس ملک میں ایک سیکولر نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس اُن کی ایک سو سے زائد تقاریر ایسی ہیں، جن میں مسلمانوں کی آزاد مملکت میں اسلامی نظام، اسلامی دستور وآئین، اسلامی اقتصادی نظام، خلافت راشدہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نظام کے قیام کی باتیں ملتی ہیں۔

13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں''۔

12 جون 1945ء میں سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے بانی پاکستان نے دوٹوک الفاظ میں واضح کیا کہ ''پاکستان کا منشا صرف آزادی اور خودمختاری کا حصول نہیں بلکہ وہ اسلامی نظریہ حیات ہے جو بیش قیمت عطیے اور خزانے

کے طور پر ہم تک پہنچا ہے، جسے ہم نے نہ صرف قائم رکھنا ہے، بلکہ ہم یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ دوسرے بھی اس کے فوائد کے حصول میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔''

یہی بات انہوں نے 27 فروری 1948ء میں امریکی لوگوں سے ریڈیو پر خطاب کرتے ہوئے فرمائی: ''پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔ یہ دنیا میں پانچویں بڑی اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین، آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلمہ قوانین پر مبنی ہوگا۔''

قائداعظم اس حقیقت کا گہرا ادراک رکھتے تھے کہ اسلام نہ صرف مسلمانوں کی نجی زندگی کے لیے رہنما اصول اور رہنمائی فراہم کرتا ہے، بلکہ اُن کی اجتماعی حیات کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کو بھی اسلامی قوانین اور تعلیمات کے مطابق استوار کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ہمارے دانشور تو انہیں سیکولر ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مگر یہ بات قائد پر اتہام اور الزام کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ لوگ دراصل اپنے مذموم ایجنڈے، لادین افکار اور ناپاک سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے قائداعظم کی شخصیت کو داغدار کرنے کی گھناؤنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم ہرگز سیکولر خیالات کے حامل نہ تھے۔ زندگی میں ایک بار بھی اُن کی زبان پر سیکولر کا لفظ نہ آیا۔ وہ ایک صاف گو مسلمان تھے۔ وہ ہمارے سیاستدانوں کی طرح سیاسی مفادات اور مصلحتوں کے لیے جھوٹے بیانات کے قائل تھے، نہ ان کے قول و فعل میں تضاد پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اسلامی نظام کی باتیں اس لیے کہی تھیں کہ وہ اسلام کے مکمل نظام زندگی ہونے پر مکمل ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ 11 جنوری 1938ء کو گیا بہار ریلوے اسٹیشن پر لاکھوں مسلمانوں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ ''آج اس عظیم الشان مجمع میں آپ نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا جو اعزاز مجھے بخشا ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے۔ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں خصوصاً ہمارے ہندو دوست۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں، حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین، فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی کو صبح سے رات تک ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں، تو ہم اسے ایک کامل لفظ (دین) کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں۔ بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی، عدل و مساوات اور اخوت ہے۔''

اگست 1941 میں حیدر آباد دکن کے طلبہ نے قائداعظم نے اسلامی حکومت کے لوازم کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا: ''میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالبہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے سریاب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی پہلو ہو یا معاشی، غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔''

مسلمانوں کے لیے الگ آزاد اور خودمختار مملکت کے حوالے سے قائد کے ذہن میں روزِ اول سے ایک واضح نقشہ تھا۔ وہ ایک واضح وژن رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ 1934ء میں جب علامہ اقبال کی پرزور دعوت پر وہ لندن سے واپس آئے، تاکہ مسلمانوں کی قیادت کریں، تو انہوں نے مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں ایک نہایت ایمان افروز بیان دیا، جو اُس وقت ''منارہ'' کراچی میں شائع ہوا۔ بعدازاں ندائے ملت لاہور نے اپنی اشاعت بابت 15 اپریل 1970ء میں اُسے نقل کیا۔ جس سے نہ صرف آئندہ قائم ہونے والی نئی مسلم ریاست کی نظریاتی جہت واضح ہوتی ہے، بلکہ مسلم ممالک پر مشتمل اسلامی بلاک کے قیام کی خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ ''میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لیے کوشش کروں۔ اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنتِ برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت تھی، مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کردوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے اور دولت بھی۔ مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو تج کے انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے تاکہ پاکستان وجود میں آئے اور اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو، کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظام ہی میں ہے۔ صرف اسلام ہی کے علمی، عملی اور قانونی دائروں میں آپ کو عدل، مساوات، اخوت، محبت، سکون اور امن دستیاب ہوسکتا ہے۔ برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے سارے بڑے سیاستدان مساوات کا راگ الاپتے ہیں۔ روس کا نعرہ بھی مساوات اور ہر مزدور اور کاشتکار کے لیے روٹی، کپڑا اور سر چھپانے کی جگہ مہیا کرنا ہے۔ مگر یورپ کے بڑے بڑے سیاستدان عیش و عشرت کی جو زندگی بسر کرتے ہیں وہ وہاں کے غریبوں کو نصیب نہیں۔ محمد علی جناح کا لباس اتنا قیمتی نہیں، جتنا قیمتی لباس یورپ کے بڑے بڑے لوگ اور روس کے لیڈر زیب تن کرتے ہیں، نہ محمد علی جناح کی خوراک اتنی اعلیٰ ہے جتنی سوشلسٹ اور کمیونسٹ لیڈروں اور یورپ کے سرمایہ داروں کی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے سارا اختیار ہوتے ہوئے خود غریبانہ زندگی بسر کی، مگر رعایا کو خوش اور خوشحال رکھا — میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ انڈین کانگرس حکومت بنانے کے بعد برطانوی ٹھگوں کو تو یہاں سے نکال دے گی مگر پھر ٹھگ خود بن جائے گی۔ یہ لوگ صرف مسلمانوں ہی کی آزادی ختم نہیں کریں گے بلکہ اپنے لوگوں کی آزادی بھی ختم کردیں گے۔ اس لیے ہم سب کو پاکستان کے قیام کے لیے زبردست کوشش کرنی چاہیے۔ ذرا خیال فرمایئے کہ اگر لا الٰہ الا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہوجائے، تو افغانستان، ایران، ترکی، اردن، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونس، مراکش الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر یہ کتنا عظیم الشان ''اسلامی بلاک'' بن سکتا ہے — علامہ اقبالؒ کی طرح میرا بھی یہ عقیدہ ہے کہ کوئی سوشلسٹ یا کمیونسٹ مسلمان نہیں ہوسکتا خواہ وہ پیر یا مولانا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ سوشلزم اور کمیونزم کے سارے بانی یہودی تھے۔ آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ سوشلزم اور کمیونزم مسلمانوں کے لیے ایسا زہر ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ آپ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہودی، انگریز، سوشلسٹ، کمیونسٹ اور ہندو سب مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہیں۔ (''اسلام اور انقلاب'' صفحہ 237، مؤلف: منشی عبدالرحمٰن خان)

(جاری ہے)

مشتری ہوشیار باش

محمد سمیع

مغربی دنیا جس نے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد عالم اسلام کو اپنا ہدف اس لئے بنا رکھا ہے کہ اسے اپنے نظریات کے فروغ اور اپنے خود ساختہ نظام زندگی کے عالمی سطح پر نفاذ کی راہ میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیسی سوچ کو اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے کہ ؎

ہے اگر مجھ کو خطر تو اس امت سے ہے
جس کے سینہ میں ہے اب تک شرار آرزو

لہٰذا مغرب نے ایک منصوبہ بندی کے تحت اسلام کے نظام حیات کے مختلف گوشوں پر جارحانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کو انسان کا کھلا دشمن قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ اسے تم اپنا دشمن سمجھو۔ لیکن ہم مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ شیطان اور موجودہ زمانے کے اس کے چیلوں کو اپنا دشمن تو سمجھتے ہیں لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار نہیں رہتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کی چالوں میں آجاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے دین سے دور ہو چکے ہیں اور اس کے تقاضوں سے غافل ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہماری صفوں میں ایسے لوگ موجود نہ ہوتے جو شیطان اور اس کے چیلوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی ثقافت اور اپنی تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر اپنی زندگیوں میں مغربی سوچ کو پروان چڑھایا اور ان کی طرز زندگی کو اپنایا ہوا ہے۔ گویا کہ ''کوا چلا ہنس کی چال تو اپنی چال بھی بھول گیا'' کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ جس کا نتیجہ عالمی سطح پر ہماری ذلت وخواری کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

مغرب اپنے سیاسی نظام کو ہم پر مسلط کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ ہم نے اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت پر نام نہاد مغربی جمہوریت کو اس درجہ ترجیح دے رکھی ہے کہ علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا کہ ؎

کیا امامان سیاست ، کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا دیتی ہے میری ایک ہو

آپ اپنے وطن میں جمہوریت کے علمبرداروں پر نظر ڈالیں تو علامہ اقبال کے ویژن کے قائل ہو جائیں گے۔ سیکولر طبقہ تو مغرب اپنا ہی سمجھتا ہے، ہماری وہ جماعتیں اور ان کے قائدین جو اسلامی نظام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں، انہوں نے قیام پاکستان کے بعد سے اب تک جمہوریت کے حق میں تو سیکولر جماعتوں کے ساتھ مل کر متعدد تحریکیں چلا چکی ہیں لیکن کوئی تحریک اسلامی نظام کے حق میں نہیں چلائیں۔

مغرب اپنے اگلے اقدام میں بھی کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ ان کے سود پر مبنی معاشی نظام کو ہم نے اپنے سینہ سے لگا رکھا ہے جس کے نتیجے میں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں کے شکنجے میں جکڑے جا چکے ہیں۔ ہمارے بجٹ ان کی ڈکٹیشن پر بنتے ہیں۔ عوام کی زندگیاں اس حد تک اجیرن ہو چکی ہیں کہ لوگ خودکشی، خودسوزی، اعضائے جسمانی حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کو فروخت کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

البتہ ہمارا معاشرتی نظام اب تک مغرب کے لئے لوہے کا چنا بنا ہوا ہے حالانکہ اس گوشۂ زندگی پر قابو یافتہ ہونے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے گئے۔ قاہرہ کانفرنس، بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس کانفرنس کے پس پردہ عزائم سے کون واقف نہیں۔ اب ہمارے تعلیمی نظام کے ذریعے اس پر تیشہ زنی کی جارہی ہے۔ ماضی میں ایک این جی او کے ذریعہ HIV کے انسداد کے بہانے ہماری تعلیمی اداروں میں فحش لٹریچر پھیلانے کی کوشش کی گئی۔ تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ کراچی کے ایک سو سرکاری اسکولوں میں جنسی مواد پر مشتمل متنازعہ کتاب ''زندگی گزارنے کی مہارتوں پر مبنی تعلیم'' پڑھائی جارہی ہے۔ یہ قابل اعتراض کتاب سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ سے منظور شدہ ہے اور اس کتاب کو Life skill based education programme کے تحت شائع کیا گیا جو یورپی یونین کی فنڈنگ سے چلنے والی World Population Foundation چلا رہی ہے۔ محکمہ تعلیم سے تو یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں ایسی کوششوں کا سدباب کرے لیکن یہ سب کچھ سندھ ٹکسٹ بک بورڈ کی منظوری سے ہو رہا ہے۔ ایک ضلعی ایجوکیشن افسر کے مطابق اس کتاب کی تعلیم ان کی منظوری کے بغیر شروع کی گئی۔ پاکستان میں World Population Foundation پروگرام کے منیجر کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس حوالے سے تمام بڑے علماء کرام سے بھی رائے لی تھی۔ جبکہ علماء کرام نے اس پروگرام کو نئی نسل کو گمراہ کرنے کی سازش قرار دیا ہے۔

کہا یہ جارہا ہے کہ چونکہ حکومت مغربی ایجنڈے پر عمل پیرا ہے اسی لئے اس قسم کی حرکات کی مرتکب ہو رہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عوام اپنے آپ کو اس سے بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں جو اپنے ووٹوں کے ذریعہ ایسی حکومتیں اپنے اوپر مسلط کرتے ہیں۔ الصادق والمصدوق ﷺ نے امت کو پہلے ہی متنبہ فرما دیا تھا کہ تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں۔ یہ دین کے تقاضوں کو بھول کر دینی تعلیمات کے برعکس زندگی گزارنے کا نتیجہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں پس پشت ڈالنے اور اجتماعی سطح پر نظام خلافت پر مغربی جمہوریت کو ترجیح دینے کے نتائج ہیں جو ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ اپنے اس مضمون کو علامہ اقبال ہی کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

دعائے مغفرت کی درخواست

- قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ تحقیق کے ریسرچ اسسٹنٹ جناب ندیم سہیل کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی کراچی شمالی (اولڈسٹی) کے رفیق جناب عبدالرزاق خان نیازی کے چچا رحلت فرما گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے ملتزم رفیق جناب ڈاکٹر جاوید احمد ملک کی بہن، بہنوئی اور بھانجی حادثے میں رحلت فرما گئے

اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حساباً یسیرًا

آئیے، پاکستان کو مسجد بنائیں!

ضمیر اختر خان

برعظیم ہند کے مسلمانوں نے انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کے لیے جب آزادی کی تحریک شروع کی تو ملت مسلمہ ہند دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک طرف علماء کرام کی اکثریت تھی، جن کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر آٹھ صدیاں حکومت کی ہے اور مقامی لوگوں کو اسلام کی سنہری تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ اس وقت ہندوستان کے طول وعرض میں جو مسلمان پھیلے ہوئے ہیں، یہ اسی دور حکومت میں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کا مطلب اپنے ماضی سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔ مزید براں کوئی خطۂ زمین اگر کبھی مسلمانوں کے زیر انتظام رہ چکا ہو اور وہاں پر اسلامی تعلیمات، اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی اقتدار کا دور دورہ رہا ہو، تو مسلمانوں کے لیے ہرگز روا نہیں کہ وہ اُس کو دوبارہ کفار کے حوالے کر دیں اور مسلمانوں کو کفار کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں۔ اس مؤقف کے حامل علمائے کرام کا تعلق مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے تھا، اس لیے یہی اس سوچ کا مرکز بن گیا۔ دوسری طرف وہ حضرات تھے جن کی سوچ یہ تھی کہ انگریز اور ہندو مل کر مسلمانوں کا استحصال کریں گے اور اگر انگریز ہندوستان سے چلے بھی گئے تو ہندو مسلمانوں سے اپنے دور محکومی کا انتقام لیں گے اس لیے علیحدہ مملکت کا حصول ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اس مؤقف کے حامیوں کی سرگرمیوں کا مرکز علی گڑھ تھا۔ لہٰذا دوسری سوچ کے حاملین کا محور علی گڑھ بنا۔ بغیر تعصب کے غور وفکر کیا جائے تو دونوں مؤقف اپنی اپنی جگہ درست تھے۔ البتہ دونوں میں فرق صرف Idealism اور Realism کا ہے۔ علماء کی سوچ نظری طور پر بالکل درست تھی، جبکہ علی گڑھ سوچ عملی اعتبار سے ٹھیک تھی۔

> جس طرح مسجد میں ہم اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں اسی طرح پورے ملک میں اللہ کے عطا کردہ نظام کو جاری کریں، تاکہ قائداعظم کے الفاظ میں زمین پر اللہ کی بادشاہت کا وعدہ پورا ہو

علاوہ ازیں انگریزوں نے چونکہ اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا، اس لیے وہ بھی انہیں اپنا دشمن سمجھتے تھے جبکہ ہندوؤں کا معاملہ صرف آقاؤں کی تبدیلی کا تھا۔ انگریزوں نے پے در پے ایسے اقدامات کیے جن سے مسلمانوں کو دبانا مقصود تھا جبکہ ہندوؤں کے لیے وہ نرم گوشہ رکھتے تھے۔ انگریزوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے اپنا مخصوص نظام تعلیم بھی متعارف کروانا شروع کیا۔ ہندوؤں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کیا، کیونکہ ان کے پاس اپنا کوئی نظام تعلیم نہیں تھا۔ اس مرحلے پر مسلمانوں میں پھر دو آراء سامنے آئیں۔ علماء کا موقف یہ تھا کہ انگریزوں کے نظام تعلیم کو من وعن قبول کرنے کا لازمی نتیجہ اسلامی تشخص کا خاتمہ ہوگا۔ (بعض سطحی لوگوں کو آراء کا اختلاف بڑا کھلتا ہے حالانکہ عقل وخرد رکھنے والوں کے درمیان یہ ضروری ہوتا ہے) سرسید اور ان کے حامیوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جدید نظام تعلیم کو نہ اختیار کیا گیا تو ہندو اس کا فائدہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کے وجود کو خطرات لاحق ہوں گے۔ یہاں بھی دونوں آراء اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ اگر علماء کی رائے سامنے نہ آتی اور سارے ہی مسلمان جدید تعلیم کی طرف لپکتے تو اندیشہ تھا کہ برعظیم پاک وہند سے ہسپانیہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کا مکمل خاتمہ ہو جاتا۔ چنانچہ علماء نے جدید علوم اور خاص طور پر انگریزی زبان کا بائیکاٹ کر کے ساری توجہات علوم دینیہ پر مرتکز رکھیں۔ یہ اسی سوچ کا نتیجہ ہے کہ دینی تعلیم کے بڑے بڑے مراکز آج بھی ہندوستان میں پوری آب وتاب کے ساتھ اسلام کی روشنی سے اپنے ہم وطنوں کو فیض پہنچا رہے ہیں اور اسلام اور مسلمان اپنے پورے تشخص کے ساتھ آج بھی بھارت میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ بھارت وقتاً فوقتاً کہتا بھی ہے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی اقلیت کا ملک ہونے کے ناتے اس کو OIC میں نمائندگی ملنی چاہیے۔ اسی طرح دوسری سوچ کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر ایک طرح کی بیداری پیدا ہوئی اور جدید تعلیم سے لیس ہو کر علامہ اقبال اور محمد علی جناح جیسے لوگ جب سامنے آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے مسائل کے حل لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔

ادھر انگریزوں نے تسلسل سے ایسے اقدامات کیے جن سے ان کی ہندو نوازی اور مسلم دشمنی کھل کر سامنے آئی۔ انہوں ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو ستانا اور انہیں مظالم کا نشانہ بنانا شروع کیا، جس سے مسلمانوں کے اندر ایک خوف کی فضا پیدا ہونا شروع ہوئی۔ ایسے میں جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو عوام نے انگریزوں اور ہندوؤں کے مظالم کے خوف سے اس تحریک میں شمولیت اختیار کی اور علیحدہ مملکت کے تصور نے انہیں سہارا دیا۔ مزید براں علامہ اقبال کے دینی تصورات نے مسلمانوں کے اندر بیداری کی لہر پیدا کی۔ بعد ازاں اقبال کی کوششوں سے قائداعظم بھی اسلامی فکر سے ہم آہنگ ہوگئے اور تحریک آزادی میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اور بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قائداعظم نے کئی سال تک پورے ہندوستان میں اسلام کی قوالی کی۔ لہٰذا عوام نے سب سے زیادہ جس نعرے پر لبیک کہا وہ تھا: ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ برعظیم کے طول وعرض میں ایک ہی آواز لگ رہی تھی کہ ''بن کے رہے گا پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان''۔ اس دوران جس کثرت سے قائداعظم نے اسلام کے پیغام کو اجاگر کیا اس نے واقعتاً سارے مسلمانوں کو نئی مملکت کے حصول کے لیے آمادہ کر لیا۔ البتہ پورے برعظیم کو دارالاسلام بنانے کا خواب

شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

جب پاکستان بن گیا تو مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین نے ان سے پوچھا کہ اب ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اس پر حضرت رحمہ اللہ نے جو جواب دیا اسی مناسبت سے ان سطور کا عنوان ''آیئے! پاکستان کو مسجد بنائیں'' رکھا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: ''اگر مسلمان کہیں مسجد تعمیر کرنا چاہیں تو مشورے کے دوران ایک سے زیادہ آراء ہوسکتی ہیں، مسجد کہاں بنے، بنے یا نہ بنے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک دفعہ مسجد بن جائے تو پھر سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی حفاظت کریں، اس کی آبادکاری کا اہتمام کریں۔ پاکستان بننے سے پہلے ہماری رائے یہ تھی کہ سارا ہندوستان دارالاسلام بنے، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اب پاکستان بن گیا ہے۔ اس کی حیثیت مسجد کی سی ہے۔ ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے بلکہ اس اس کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں'' (روایت بالمعنیٰ) یہ تھا ان بزرگوں کا ظرف اور ان کی اعلیٰ سوچ کہ جس چیز کی کل تک اصولوں کی بنیاد پر مخالفت کی، آج اس کو ایک حقیقت تسلیم کر کے اس کا برملا اظہار و اعتراف کرتے ہیں اور اپنے عقیدت مندوں کو تاکید کرتے ہیں کہ اب ان کا رویہ مثبت ہونا چاہیے۔

آیئے! اپنے ان عالی قدر بزرگوں کے الفاظ کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے پاکستان کو واقعی مسجد میں بدل دیں۔ جس طرح مسجد میں ہم اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں اسی طرح پورے ملک میں اللہ کے عطا کردہ نظام کو جاری کریں، تاکہ قائداعظم کے الفاظ میں زمین پر اللہ کی بادشاہت کا وعدہ پورا ہو۔ دیوبند سوچ صرف ایک نہیں تھی۔ سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے برعکس حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دیگر نے تو تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کی پرخلوص مساعی کے اعتراف میں ہی قائداعظم نے انہیں نوزائیدہ مملکت کی پرچم کشائی کا اعزاز دیا تھا۔ ہماری مکتبۂ دیوبند کے جملہ متوسلین سے درخواست ہے کہ اپنے بزرگ و مربی کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے پاکستان کو خلافت اسلامی کا نمونہ بنانے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ اس سے اہل دیوبند کی روحوں کو تسکین ملے گی۔

کالم آف دی ویک

خوداحتسابی

انصار عباسی

زندگی اگر بے مقصد ہو تو ہزار سال کا جینا بھی بے معنی۔ کوئی کتنا ہی پیسہ کما لے، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ حاصل کر لے یا شہرت کی بلندیوں کو چھو لے لیکن اگر زندگی مقصد سے خالی ہے تو سب بے کار۔ جو کچھ حاصل کیا سب وقتی اور دنیاوی فائدہ کے لیے ہے۔ پیسہ کمانے کے لیے کتنے ہی جتن کیوں نہ کیے ہوں، اعلیٰ عہدوں کے حصول کے لیے کتنی ہی کوششیں کی ہوں، سب کچھ زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اصل حاصل وہی ہے جو آخرت میں کامیابی کا سبب بنے ورنہ سب کچھ ضائع ہونے والا ہے۔

کسی بھی عزیز، دوست اور رشتہ دار کی موت ہمارے لیے زندگی کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بامقصد انداز میں گزارنے کے لیے یاددہانی کا موقع فراہم کرتی ہے۔ قبرستان چلے جائیں تو بڑے بڑے پیسے والوں، نام والوں، شہرت والوں اور گریڈ والوں کی قبریں ملیں گی مگر ایسے کہ جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ جس نے فراڈ، دھوکا اور چالبازی سے پیسہ کمایا ساری کی ساری دولت دوسروں کے لیے چھوڑ کر خالی ہاتھ رخصت ہوا۔ جنہوں نے چالاکی، چاپلوسی اور دوسروں کا حق مار کر اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے حاصل کیے، وہ بھی خالی ہاتھ گناہوں کے بوجھ کے ساتھ منوں مٹی کے نیچے دبا دیے گئے۔ مگر ہم ہیں کہ قبرستان سے نکلتے ہی سب کچھ بھول جاتے ہیں اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے اپنے دھندوں میں حلال وحرام کا خیال رکھے بغیر لگ جاتے ہیں۔ اٹل حقیقت کو جانتے ہوئے بھی دنیاوی زندگی کو اپنی آخرت کی زندگی پر فوقیت دیتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حرام مال ہمارے لیے دوزخ کے ایندھن کا کام دے گا، ہم لاکھوں، کروڑوں اور اربوں کے چکر میں پڑے ہیں اور جائز و ناجائز کا خیال کیے بغیر جائیدادوں پر جائیدادیں بنائے جا رہے ہیں۔ یہ جانتے بوجھتے کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں، ہم رشوت دیتے بھی ہیں اور لیتے بھی ہیں۔ اس فکر سے ہی آزاد ہیں کہ اس کا بدلہ کیا ہوگا، بہت سے اس لعنت کو سسٹم کا حصہ سمجھ کر اس گناہ میں شریک ہیں۔ کتنے ہیں جو اس برائی کے خلاف لڑنے میں مصروف ہیں!!! شاید ایک فیصد بھی نہیں۔ بلکہ بہت سے جو دفتروں میں رشوت نہیں لیتے دیتے، وہ اپنے بچوں کو نوکری دلوانے کے لیے پیسہ دیتے ہیں۔ یعنی خود رشوت نہ لی نہ دی لیکن اپنے بچوں کی عملی زندگی کا آغاز ہی رشوت اور حرام سے کیا۔ سود کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کہا گیا مگر ہم ہیں کہ مسلمان ہوتے ہوئے، نمازیں پڑھتے ہوئے، روزے رکھتے ہوئے، زکوۃ دیتے ہوئے اور حج کرنے کے باوجود سود لیتے اور دیتے ہیں۔ ہزاروں اور لاکھوں کی لالچ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں اور اس پر کوئی پشیمانی نہیں، نہ ہی کوئی شرمندگی۔ سودی نظام کے خاتمے کے لیے نہ کوئی کوشش کی جا رہی ہے اور نہ ہی اپنے آپ کو سود سے بچانے میں دلچسپی ہے۔ کرپشن اور بددیانتی کو ہم نے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیا ہے۔ کوئی کیسے ہی دولت کمائے، ہم عزت پیسے والے کو ہی دیتے ہیں۔ ہماری ڈھٹائی اور اخلاقی پستی کی یہ حالت ہے کہ ملک کی باگ ڈور ہم کرپٹ، بددیانت، نوسرباز، جعلی ڈگری والوں اور قومی خزانے کو لوٹنے والوں کے حوالے کرتے ہیں اور اس پر کوئی شرمندگی یا پچھتاوا بھی محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ اگر کوئی کرپشن اور دھوکا بازی کی وجہ سے پکڑا جائے تو اس کے حق میں جلوس نکالتے ہیں، اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے ہیں اور عدالتوں اور ججوں کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔

اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے لیے اپنا سب کچھ لگاتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ وہ پڑھ لکھ کر زیادہ سے زیادہ کمائیں۔ حلال وحرام والدین اور اساتذہ کا مسئلہ نہیں رہا۔ تربیت کا تعلیم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

کاروبار کی طرح بچوں پر انوسٹمنٹ کی جارہی ہے۔ دینی تعلیم اور اخلاقی اقدار کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ بچے کیسا ہی لباس پہن لیں، چاہے سگریٹ، شیشہ یا شراب پئیں، دین کے متعلق ان کی جو مرضی سوچ ہو، والدین کو اگر فکر ہے تو نمبروں اور گریڈز کی۔ دنیاوی تعلیم کے لیے ہم ہزاروں، لاکھوں خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں مگر دینی تعلیم پر کوئی توجہ نہیں۔ اولاد کو اپنے لیے صدقہ جاریہ بنانے کی بجائے گناہ جاریہ بنایا جارہا ہے۔ خواہش ہوتی ہے کہ بچہ فر فر انگریزی بولے۔ اس فکر سے بالکل بے نیاز ہیں کہ بچے کے ذہن میں دین اسلام ڈال دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ سے کچھ بن جائے اور ہم مزید کنفیوزڈ مسلمان پیدا کرتے جائیں جو نام کے تو مسلمان ہوں مگر ان کا رہن سہن، بول چال، سوچ وہی ہو جو اسلام دشمنوں کی ہو، جو بے حیائی اور بے شرمی کے علم بردار اور شرم و حیا کا تضاد ہوں۔ یہ آج کل کے مغرب نواز کنفیوزڈ مسلمانوں کا شاخسانہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات، اصول اور قوانین کو دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے رد کیا جارہا ہے۔ اسلام دشمنوں اور مشرکین کی خوشنودی کے لیے جہاد کو دہشت گردی سے گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔ پیسہ کمانے کے لیے فحاشی و عریانیت کو فروغ دیا جارہا ہے۔ ظالم امریکا کا ساتھ بے شرمی سے دیا جارہا ہے اور مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے والے مجاہدین اسلام کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ قرآن کو مذہبی رواج کے طور پر پڑھا جارہا ہے مگر عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ نہ ہم خود قرآن کو سمجھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں نہ ہی اپنے بچوں کو قرآن اور اسلام کی فلاسفی سمجھنے میں ان کی کوئی مدد کر رہے ہیں۔ کیبل، انٹرنیٹ اور ڈش کو بغیر کسی کنٹرول کے اپنے بچوں اور بچیوں کے حوالے کر دیا ہے کہ چاہے گمراہی کے جس راستے پر وہ چلنا چاہیں ان کو کھلی آزادی ہے۔ ہر طرف برائی عام ہے بلکہ ہمارے گھروں میں آگھسی ہے مگر ہم نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسلام عورتوں کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور بناؤ سنگھار کر کے غیر محرموں کے سامنے جانے سے منع کرتا ہے مگر اکثر خواتین ہیں کہ پردہ کرنا تو درکنار خوب بن ٹھن کر باہر نکلتی ہیں اور اس پر ان کو کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی۔ نہ باپ اور بھائی کو کوئی فکر اور نہ ہی شوہر یا بیٹے کو کوئی خیال۔ اپنے نوجوانوں کی طرف نظر دوڑائیں تو مغربی بدتہذیبی کی نقل میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ اپنا اصل بھلا بیٹھے ہیں۔ بازار میں دو نمبر کیا بلکہ دس نمبر مال کھلے عام بکتا ہے۔ نہ بیچنے والے کو کوئی ڈر نہ خریدنے والے کو کوئی احساس۔ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ اس حد تک ہمارے معمول کا حصہ بن چکی ہے کہ خالص خوراک ہم اب ہضم تک نہیں کر سکتے۔ جعلی دواؤں کی فروخت بلا روک ٹوک جاری ہے، اس سے معصوم جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ دودھ والا کھلے عام کہتا ہے کہ اگر خالص دودھ لینا ہے تو اس کا نرخ یہ ہوگا۔ سیاست اور صحافت کو کھلے عام فروخت کیا جاتا ہے جبکہ سرکاری نوکری میں وہی سب سے کامیاب ہے جو جتنا بڑا چاپلوس اور چالاک ہے۔

ان حالات میں بحیثیت مسلمان اور بحیثیت پاکستانی معاشرہ کا فرد ہونے کے، چاہے ہماری حیثیت کوئی بھی ہو، ہمارے لیے بامقصد زندگی کی خاطر جس سے ہماری آخرت سنور جائے، تعمیری کام کرنے کا بہت اسکوپ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنی خود احتسابی کی طرف توجہ دینا ہے۔ نہ صرف اپنے آپ کو برائیوں سے روکنا اور خرابیوں سے الگ کرنا ہے بلکہ اُن کے خاتمہ کے لیے اپنے اپنے لیول اور اپنے اپنے انداز میں جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنا مقصدِ زندگی متعین کرتے وقت بنیادی اسلامی اصولوں کو سامنے رکھنا ہے تاکہ ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، کاروبارِ زندگی، سیاست و صحافت، نوکری اور پڑھائی لکھائی سب عبادت اور آخرت کی کامیابی کے لیے وسیلہ بن جائے۔ ہم سب کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں کس کس انداز میں اُس اللہ ربّ العزت کی نافرمانی کرتے ہیں جو ہماری دنیا اور آخرت کا مالک ہے اور جس کی مرضی و منشا کے خلاف پتّا تک نہیں ہل سکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس عارضی زندگی کے حصول کے لیے اپنی ابدی زندگی میں جہنّم کا سودا کر رہے ہوں جو بلاشبہ سراسر گھاٹے کا سودا ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆☆☆

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن
پر مشتمل
بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
حصہ اول — سُورۃ الفاتحہ و سُورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
صفحات: 360، قیمت 450 روپے (پانچواں ایڈیشن)
حصہ دوم — سُورۃ آلِ عمران تا سُورۃ المائدہ
صفحات 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم — سُورۃ الانعام تا سُورۃ التّوبہ
صفحات 331، قیمت 400 روپے
عمدہ طباعت ✿ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ✿ امپورٹڈ پیپر
ملنے کے پتے
انجمن خُدّام القرآن خیبر پختونخوا، پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: (091)2584824,2214495
مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

①

نام کتاب: **تعارف الکتاب:**
قرآن حکیم کے تیس پاروں کے اہم مضامین کا اجمالی بیان
مصنف: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
ناشر: دارالاشاعت الاسلامیہ، لاہور
صفحات: 190
قیمت: 150 روپے

تبصرہ نگار: حافظ محمد زبیر

ملنے کے پتے:
☆ صفہ پبلشرز، 19۔اے، ایبٹ روڈ، لاہور۔فون: 042-36307269
☆ قرآن اکیڈمی، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: 042-35869501

کتاب اللہ، دین اسلام کا بنیادی مصدر اور اصل الاصول ہے۔ نوع انسانی تک اس الٰہی پیغام کو پہنچانے کے لیے اہل علم نے ہر زمانہ میں اس کے تراجم وتفاسیر اور تشریح وتوضیح کے ذریعے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی دین اسلام اور کتاب اللہ کے لیے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی قرآن مجید کے پیغام کی وسیع پیمانے پر نشرواشاعت کے حوالے سے ان کے صدقات جاریہ میں سے ایک بہترین صدقہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن مجید کے تیس پاروں کا الگ الگ مختصر خلاصہ بیان کر دیا ہے، تاکہ رمضان میں تراویح کے موقع پر ہر روز جو پارہ تلاوت کیا جاتا ہے، اس کا کم از کم مختصر خلاصہ سامعین کی خدمت میں پیش کیا جا سکے، جس سے انہیں اپنے رب کا پیغام سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ہر پارے کا خلاصہ مختصر اسلوب بیان میں تقریباً 6 صفحات میں بیان کیا گیا ہے اور اگر تراویح کی نماز کے ساتھ محض 15 منٹ بھی روزانہ نکال لیے جائیں تو رمضان المبارک کے ایک مہینہ کے مختصر عرصہ میں کتاب اللہ کے پیغام کا ایک خلاصہ ایک بندہ مومن کو ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ بہت ہی عمدہ کتاب ہے اور جن حضرات کے لیے بھی ممکن ہو، انہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کتاب کو خریدیں اور مساجد میں تراویح کی نماز کے ساتھ یا بعد میں اس کے مطالعہ کا اہتمام کریں اور قرآن فہمی کے بنیادی فریضہ سے کم از کم درجہ میں عہدہ برآ ہو سکیں۔

②

کتاب کا نام: **قرآن فہمی کے اصول**
مؤلف کا نام: مولانا عبدالغفار حسن
صفحات: 64
قیمت: درج نہیں
ناشر: دارالحکمۃ، اسلام آباد
ملنے کا پتہ: دارالحکمۃ، آفس نمبر 4 (بیسمنٹ)، بلاک نمبر 16، ارشد شریف پلازہ، مرکز جی الیون، اسلام آباد

تبصرہ نگار: حافظ محمد زبیر

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کا شمار جید علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ انہوں تقریباً 16 سال تک مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب میں حدیث کی درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ قرآن فہمی اور اس کے اصول وضوابط سے مولانا کو خصوصی شغف تھا اور اس بارے ان کے کئی ایک مضامین بھی مختلف علمی مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ قرآن فہمی کے بارے مولانا کے ان مضامین کو ایک مختصر کتابچہ بعنوان 'قرآن فہمی کے اصول' کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

اس کتابچہ میں قرآن مجید کے مختلف اجزاء میں تقسیم، مقاصد قرآن، اسالیب قرآن، مضامین قرآن اور فہم قرآن کے لوازم وموانع کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے اجزاء کی تقسیم میں مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ مقاصد قرآن کی بحث کے تحت ترتیل وتلاوت، فہم قرآن اور عمل بالقرآن کی ابحاث کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اسلوب قرآن کے تحت قرآن میں تکرار مضامین کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ مضامین قرآن کے عنوان کے تحت قرآن مجید کے پانچ بنیادی مضامین تذکیر بآیات اللہ، تذکیر بآلاء اللہ، تذکیر بایام اللہ، تذکیر باحوال الموت اور تذکیر باحکام اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ فہم قرآن کے لوازمات کے تحت قرآن فہمی کے آٹھ اصول تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں یعنی قرآن کی قرآن کے ذریعہ تفسیر وتوضیح، قرآن فہمی بذریعہ نظم کلام و سیاق وسباق، قرآن فہمی بذریعہ سنت متواترہ، قرآن فہمی بذریعہ احادیث واخبار آحاد، قرآن فہمی بذریعہ اقوال وآثار صحابہ، قرآن فہمی بذریعہ لغت عرب، قرآن فہمی بذریعہ معرفت تمدن جاہلی اور قرآن فہمی بذریعہ مطالعہ کتب وصحف سماویہ۔ زیر نظر کتابچہ قرآن فہمی کے بنیادی اصول وضوابط کے تعارف کے لیے ایک نہایت ہی مختصر، جامع اور مرتب علمی کتابچہ ہے جو مدرسین قرآن کے لیے بطور خاص بہت ہی مفید ہے۔

③

نام کتاب	:	**نماز باجماعت کی اہمیت**
مصنف	:	پروفیسر فضل الٰہی
ضخامت	:	308 صفحات
قیمت	:	325 روپے
ملنے کا پتہ		☆ دارالنور، اسلام آباد

☆ مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

کتاب کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ معروف عالم دین، وسیع المطالعہ محقق اور بیسیوں بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی بیشتر کتابیں عربی میں ہیں اور چند کتابیں اردو، انگریزی، فرانسیسی، انڈونیشی اور بنگالی میں بھی ہیں۔ ان کی تمام کتابیں مختلف دینی موضوعات پر ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے باجماعت نماز کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب اہم اور قابل ذکر عنوانات کے تحت چار مباحث پر مشتمل ہے:

مبحث اول: باجماعت نماز کے فضائل
مبحث دوم: باجماعت نماز کی فرضیت
مبحث سوم: نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کا باجماعت نماز کے لیے اہتمام
مبحث چہارم: نماز باجماعت کے بارے میں علمائے اُمت کا موقف

مبحث اول میں نماز کے فضائل واضح کرنے والی احادیث متن، ترجمہ اور تشریح کے

ساتھ درج کی گئی ہیں۔

مبحث دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے اِلّا یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو۔ یہاں اس حدیث کا حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ آپ نے ایک نابینا صحابی کو بھی مسجد کے بجائے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔

مبحث سوم میں رسول اللہ ﷺ، آپؐ کے اصحابؓ اور سلف صالحین کا ذکر ہے کہ وہ نماز باجماعت کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ اہمیت اور کیا ہوگی کہ گھمسان کی جنگ کے دوران بھی جماعت کا اہتمام کیا۔ وہ کشتی میں سوار بھی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

مبحث چہارم میں نماز باجماعت کے بارے میں علمائے اُمت کا موقف واضح کیا گیا ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی علماء میں سے کسی نے بھی نماز باجماعت کے معاملہ میں نرم موقف اختیار نہیں کیا۔ بعض نے تو اسے فرض عین کے درجہ میں رکھا ہے کہ جو اذان کی آواز سنے اس کے لیے لازم ہے کہ مسجد میں جائے اور باجماعت نماز ادا کرے۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ نماز کی جماعت ترک رکنے والوں کو سزا دے۔ لہو ولعب، کھیل کود اور تفریحی مشاغل میں مصروفیت کے باعث نماز باجماعت کا چھوڑنا سخت گناہ کا کام ہے، کیونکہ یہ خالق کے حکم کے مقابلے میں نفسانی خواہش کو ترجیح دینا ہے۔

فاضل مصنف نے اس کتاب کی تیاری میں کم وبیش دو سو کتب سے استفادہ کیا ہے۔ جن میں بڑی تعداد عربی کتب کی ہے۔ مصنف کی یہ کاوش قابل قدر ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان گھرانے میں ہونی چاہیے، تاکہ تمام افراد خانہ باجماعت نماز کی اہمیت سے واقف ہوں اور اس کا اہتمام کریں۔

کتاب ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین ہے۔ کمپوزنگ معیاری، اغلاط سے پاک اور خوشنما ہے۔ ٹائٹل خوبصورت اور جلد مضبوط ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

خلافت فورم

☆ واقعہ نائن الیون کے بعد دس سالوں میں امریکہ نے کیا کھویا اور کیا پایا؟
☆ نائن الیون واقعے کی ذمہ دار القاعدہ تھی یا کوئی اور؟
☆ امریکہ نے افغانستان پر حملہ سے قبل افغانستان میں روس کے انجام کو کیوں مدنظر نہیں رکھا؟
☆ اگر پاکستان امریکہ کا اتحادی نہ بنتا تو کیا امریکہ فی الواقع پاکستان کو تورا بورا بنا دیتا؟
☆ مٹھی بھر طالبان کی طرف سے امریکہ اور نیٹو فورسز کے خلاف طویل مزاحمت کیسے ممکن ہوئی؟
☆ گوریلا جنگیں بیرونی مدد کے بغیر نہیں جیتی جاسکتیں۔ طالبان کو کس کی مدد حاصل تھی؟
☆ Post America Afghanistan کیا ہوگا؟
☆ کیا پاکستان کے پاس اب بھی وقت ہے کہ وہ افغان پالیسی پر نظرثانی کرے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھئے

مہمان گرامی: **حافظ عاکف سعید** (امیر تنظیم اسلامی)
میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ان شاء اللہ "قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی" میں

مبتدی تربیتی کورس
18 تا 24 ستمبر 2011ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

نقباء وامراء
تربیتی و مشاورتی اجتماع
23 تا 25 ستمبر 2011ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اِن میں شامل ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن **مرکزی شعبہ تربیت**
برائے رابطہ: (042)36316638-36366638
0333-4311226

بانئ تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعی رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات:520، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات:321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات:331، قیمت 400 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجئے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام:50 روپے، خاص:90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلاب نبویؐ

مجلد:400 روپے غیر مجلد:200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص:40 روپے، عام:30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص:45 روپے عام:30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریک پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص: 60 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص:45 روپے، عام:25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص:100 روپے، عام:60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ خدام القرآن، 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501